COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

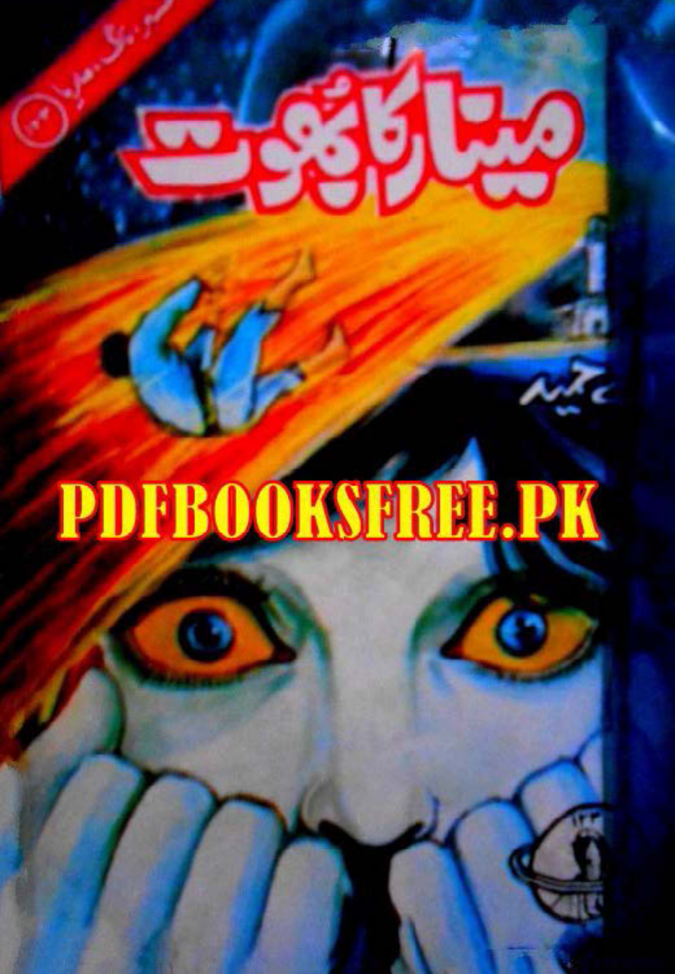

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن خلا میں

مینار کا بھوت

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت: ۵۰/-

[illegible]
ناشر: [illegible]
طابع: [illegible]

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۱۲۳ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ کہانی آپ دوستوں کی دُعا سے دلچسپ سے دلچسپ تر ہوتی جا رہی ہے۔ عنبر ناگ ماریا کیپٹن اور تھیوسانگ خلاؤں کی ایڈونچرس دنیاؤں میں حیرت انگیز واقعات اور سنسنی خیز حالات سے گذرتے اپنی نامعلوم منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ امید ہے آپ اس قسط کو بھی شوق سے پڑھیں گے اور اسی طرح مزے دار اور دلچسپ پائیں گے۔ جس طرح کہ پہلی قسطیں تھیں۔ آپ سب دوستوں کے مبارک باد کے خط مجھے برابر مل رہے ہیں۔ میں سب دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور انہیں الگ الگ جواب بھی انشاء اللہ ضرور لکھوں گا۔ اچھا اب اگلی قسط تک اجازت دو۔ دیکھو کہ لاہور میں ماریا پر کیا گذر رہی ہے۔

تمہارا انکل
اے حمید

N-۴۵۴ راہ چمن سمن آباد - لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

○ کوٹھی میں ڈاکو
○ سیّارہ ڈیگاس
○ ناگ کی خطرناک مہم
○ عنبر کو خلا نے کھینچ لیا
○ مینار کا بھوت

کوٹھی میں ڈاکو

بیڈ روم میں دونوں ڈاکو پستولیں تانے کھڑے تھے۔ ان کے سامنے کوٹھی کی مالکہ بیگم صاحب اور ایک ہری لڑکی ہاتھ اوپر اٹھائے گھبرائی ہوئی کھڑی تھیں۔ ر دوسری لڑکی کو بھی کسی کمرے سے نکال کر وہاں لے ئے تھے۔ اس لڑکی کے بال انگریزی فیشن کے کٹے ہوئے ے اور اس نے سلیپنگ ڈریس پہن رکھا تھا۔ دونوں تیں جو ماں بیٹی معلوم ہوتی تھیں اتنی گھبرائی ہوئی تھیں ان کا رنگ فق تھا اور تھر تھر کانپ رہی تھیں۔

بیگم نے لرزتی آواز میں کہا:

"خدا کے لیے ہمیں کچھ نہ کہنا۔ یہ ۔ یہ سرہانے کے نیچے تجوری کی چابیاں پڑی ہیں۔ تم ہماری ساری دولت لے لو۔ ہماری جان بخش دو۔"

ایک ڈاکو نے اشارہ کیا۔ دوسرا ڈاکو جلدی سے پلنگ طرف گیا اور سرہانے کے نیچے سے چابیوں کا گچھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکال کر لے آیا۔ پھر اس نے چابی لگا کر تجوری کھ
دی۔ تجوری میں کرنسی نوٹ بھرے پڑے تھے۔
نے تجوری کے دوسرے خانوں کی تلاشی لی۔ پھر سا
نوٹوں کی گڈیاں ایک تھیلے میں ڈالیں اور اپنے
ڈاکو کے پاس لا کر رکھ دی۔

دوسرا ڈاکو غرّایا:

"اگر تم میں سے کسی نے آواز نکالی تو اس
کی لاش یہاں تڑپ رہی ہو گی۔ یہ بتاؤ
اس لڑکی کا زیور کہاں ہے؟ ہمیں معلوم ہے
اس لڑکی کی اگلے ماہ شادی ہونے والی ہے
اور تم نے اس کا زیور خرید کر یہاں کہیں
رکھا ہوا ہے۔ جلدی بتاؤ۔"

ڈاکو نے پستول کی نالی بیگم صاحبہ کی گردن کے
لگا دی۔ بیگم بے چاری کی آواز نہیں نکل رہی
خوف سے لرز رہی تھی۔ اس نے کہا:

"زیور ــــ زیور تو بینک میں رکھا ہے۔"

ڈاکو نے پستول کی نالی بیگم کی گردن میں
غصے میں کہا:

"بوڑھی عورت تو جھوٹ بول رہی ہے۔

آدمی نے ہمیں بتایا ہے کہ زیور بینک میں
نہیں رکھوایا گیا اور اسی کوٹھی میں ہے۔ اگر
تم نے نہ بتایا تو سب سے پہلے تمہاری
اس بیٹی کو جو دلہن بننے والی ہے کو
ہلاک کریں گے۔

دوسرے ڈاکو نے اپنے ساتھی کے اشارے پر
لڑکی کی گردن میں بازو ڈال کر اس کے منہ پر ایک
ہاتھ رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے پستول اس کی کنپٹی
کے ساتھ لگا دی اور بولا:

"میں پانچ تک گنتی گنوں گا۔ اگر زیور کا پتہ
نہ بتایا تو میں گولی چلا دوں گا۔"

وہ ایک دو تین چار گننے لگا۔ پانچ تک ابھی
نہیں پہنچا تھا کہ بیگم صاحبہ نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"میں بتاتی ہوں۔ میری بیٹی کو نہ مارنا۔ میں
بتاتی ہوں۔ زیور وہ وہ کونے والی الماری
کے نیچے ڈبے میں پڑا ہے۔"

ڈاکو اپنی فتح پر مسکرائے۔ فوراً ایک ڈاکو نے الماری
کے نیچے سے ڈبہ نکال کر کھولا۔ وہ سونے کے نئے
زیوروں سے بھرا ہوا تھا۔ ڈاکو خوشی سے جھوم گئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انہوں نے فوراً جیب سے سکاچ ٹیپ نکال کر دونوں عورتوں کے منہ پر چڑھا دی اور ان کے پاؤں باندھ کر انہیں پلنگ پر ڈال دیا اور زیور اپنے تھیلے میں ڈالنے لگے۔ ماریا ان کے بالکل قریب ہی کھڑی یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ ماریا اپنا ایکشن شروع کر دے۔ دونوں ڈاکو تھیلے میں زیور اور سو سو کے نوٹوں کی گڈیاں ڈال کر اسے بند کر رہے تھے۔

ایک ڈاکو نے کہا:

"جلدی کرو۔ اب ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے چوکیدار سائیکل پر چکر لگاتا آنے ہی والا ہو گا۔"

دوسرا ڈاکو بولا:

"چوکیدار کو کیا پتہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ یہ لو یہ دولت کا تھیلا اپنے قبضے میں کرو اور یہاں سے بھاگو۔"

ایک ڈاکو نے تھیلا اٹھایا۔ دوسرے نے پستول بیگم اور لڑکی کی طرف تان کر کہا:

"اگر تم لوگوں نے [illegible] والوں کو ہمارے بارے

میں ذرا سا بھی بتایا تو ہمارے ساتھی یہاں آ کر تم دونوں کو ختم کر ڈالیں گے۔"

یہ دھمکی دے کر وہ ڈاکو دروازے کی طرف مڑا۔ دوسرا ڈاکو تھیلا اٹھائے پہلے ہی دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔ ان میں سے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ ماریا بھی دروازے میں کھڑی ہے۔

ماریا نے دوسرے ڈاکو کو آتے دیکھا تو دروازہ بند کر کے اندر سے چٹخنی لگا دی۔ ڈاکو ایک دم سے ہکا بکا ہو کر رہ گئے۔

"یہ۔ یہ دروازہ کس نے بند کیا؟" ایک گھبرا کر بولا:

دوسرے نے چونک کر کہا:

"کسی نے چٹخنی بھی لگا دی ہے۔"

بیگم صاحبہ اور ان کی پڑھی لکھی گریجویٹ بیٹی نے بھی دروازے کو اپنے آپ بند ہوتے اور اندر سے اپنے آپ چٹخنی لگتے دیکھ لی تھی اور حیران ہو رہی تھیں کہ یہ کیسے ہو گیا؟

ایک ڈاکو نے چلا کر کہا:

"کھڑکی میں سے باہر کود چلو۔"

ماریا نے کھڑکی بھی بند کر کے اندر سے چٹخنی لگا دی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب تو ڈاکو گھبرا گئے۔ وہ دروازے کی طرف دوڑے کہ چٹخنی کھول کر باہر کو فرار ہو جائیں کہ ماریا نے اپنی عورت ہی کی آواز میں کہا:

"زیور اور نوٹوں کا تھیلا تجوری میں واپس رکھ دو۔"

کسی غیبی عورت کی آواز سن کر دونوں ڈاکو خوف سے اچھل سے پڑے۔ انہوں نے گردنیں گھما کر پلنگ پر بیٹھی بیگم صاحبہ اور اس کی بیٹی کی طرف دیکھا۔

ایک ڈاکو نے کہا:

"ان کے منہ بند ہیں۔ یہ نہیں بول سکتیں۔"

دوسرا ڈاکو بولا:

"نہیں نہیں۔ یہ بوڑھی عورت ہی بولی ہے۔ گھبراتے کیوں ہو۔ چلو۔ بھاگو دروازہ کھول کر۔"

ماریا دروازے کے آگے کھڑی تھی۔ اس نے کہا:

"تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ تھیلا تجوری میں رکھ کر اپنے پستول فرش پر پھینک دو۔"

ایک ڈاکو پر تو خوف طاری ہو گیا کہ یہ جن بھوت یا بدروح ہے جو وہاں آ گئی ہے۔

دوسرے ڈاکو نے اپنے ہوش و حواس برقرار رکھے تھے۔ اس نے کیا کیا کہ جلدی سے پستول نکالا اور چھلانگ لگا کر بیگم صاحبہ کے پلنگ پر کودا اور پستول ان کی کنپٹی پر رکھ کر بولا:

"تم جو کوئی بھی ہو۔ اگر تم نے ہمیں یہاں سے جانے نہ دیا تو میں اس عورت کو ہلاک کر دوں گا۔"

پھر اس نے بیگم صاحبہ کو زبردستی پلنگ پر سے اٹھایا اور دھکیلتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ ایک طرح سے اس نے بیگم صاحبہ کو اپنی آڑ بنا لیا تھا مگر وہ ماریا سے کیسے بچ کر نکل سکتے تھے۔ دوسرا ڈاکو تو وہیں سہم کر بیٹھ گیا تھا۔ ماریا خاموش ہو گئی۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی جگہ سے چل کر اس ڈاکو کے پاس آ گئی جس نے ایک بازو سے بیگم صاحبہ کو دبوچ رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پستول بیگم کی کنپٹی سے لگا رکھی تھی۔ بیگم بے چاری کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور یہ جن بھوت کہاں سے آ گیا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ماریا نے پہلا کام یہ کیا کر اپنا ہاتھ ڈاکو کے پستول والے ہاتھ کے نیچے لے جا کر ایک دم سے اوپر کو جھٹکا دیا۔ ڈاکو کے ہاتھ سے پستول چھوٹ کر دُور جا گری۔ اس نے چلّا کر اپنے ساتھی سے کہا:

"پرویز پستول پکڑ کر لڑکی کو قابو میں کرو۔"

مگر دوسرے ڈاکو کی تو خوف کے مارے جان نکلی جا رہی تھی۔ وہ وہیں فرش پر سہما ہوا بیٹھا رہا اور بولا:

"یہ کوئی نیک روح آ گئی ہے۔ اس سے معافی مانگو۔ تھیلا تجوری میں رکھ دو۔"

ڈاکو نے بیگم کی گردن دبوچ لی۔ اب ماریا اس کا لحاظ نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ڈاکو کو گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچا اور اس کے منہ پر اُلٹے ہاتھ سے زور سے طمانچہ مارا۔ ماریا نے ابھی پوری طاقت خرچ نہیں کی تھی اور اپنی طرف سے بہت ہلکا مارا تھا مگر ڈاکو کے لیے یہ طمانچہ اتنا زبردست تھا کہ وہ دو قلابازیاں کھا کر فرش پر دھڑام سے پڑا۔ اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے

اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔ بیگم صاحبہ ڈر کر پلنگ پر اپنی بیٹی کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئیں اور آیت الکرسی شریف کا ورد کرنے لگیں۔

ماریا نے ان سے مخاطب ہو کر کہا:

"بیگم صاحبہ! میں جو کوئی بھی ہوں مگر بدروح نہیں ہوں اور آپ کی مدد کے لیے یہاں آئی ہوں۔ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔"

پھر ماریا نے ان کے منہ سے سکاچ ٹیپ اتار دی اور پاؤں کی رسّی بھی کھول دی پھر کہا:

"کہیں سے رسّی لے آئیں اور شور مت مچانا۔"

بیگم صاحبہ آیت الکرسی پڑھتیں دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔ ماریا نے اس کی بیٹی کے منہ سے بھی سکاچ ٹیپ اتار دی اور پاؤں کی رسّی کھول دی۔ دونوں ڈاکو فرش پر حیران پریشان بیٹھے تھے۔ جس کے دانت ٹوٹ گئے تھے۔ وہ رومال منہ میں دبائے خون روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ماریا نے ان دونوں کے پستول چھین کر پلنگ پر پھینک دیئے اور لڑکی سے کہا:

"اگر تمہارے ہاں فون ہے تو پولیس کو بلا لو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتنے میں بیگم صاحبہ رسی لے کر آ گئیں۔ ماریا نے دونوں ڈاکوؤں کی رسی سے مشکیں کس دیں۔ ان پر اب ایسی دہشت طاری ہو گئی تھی۔ کہ ان کے جسم بے جان سے ہو کر ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔

بیگم صاحبہ نے کہا:

"اے نیک روح! تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا:

"آپ جلدی سے فون کر کے پولیس کو بلائیں ان باتوں کی اس وقت ضرورت نہیں ہے۔"

بیگم صاحبہ نے اپنی بیٹی سے کہا:

"شہلا جلدی سے فون کرو ہنگامی پولیس کو۔"

اس لڑکی کا نام شہلا تھا۔ وہ ابھی تک گھبرائی ہوئی تھی۔ پھر بھی پڑھی لکھی لڑکیاں گھبرانے پر بھی اپنے ہوش حواس میں رہتی ہیں۔ وہ دوسرے کمرے میں گئی اور پولیس کو فون کرنے لگی۔ شہلا کی ماں یعنی بیگم صا... ماریا سے بات کرتے گھبرا رہی تھی۔ کیوں کہ ما... اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی اور وہ اسے ... بھوت پریت ہی سمجھ رہی تھی۔ اگرچہ اس نے ... کو نیک روح کہہ کر ہی پکارا تھا۔ اصل میں وہ

سے بہت ڈر رہی تھی۔

ماریا نے بھی خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ دونوں ڈاکو رسی میں جکڑے فرش پر سہمے ہوئے بیٹھے تھے۔ شہلا کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے بتایا کہ پولیس کو فون کر دیا ہے۔ وہ آ رہی ہے۔

ایک ڈاکو نے جو بہت ہی ڈرا ہوا تھا کہا:

"خدا کے لیے ہمیں معاف کر دیں۔ ہم آئندہ کبھی ایسا کام نہیں کریں گے۔ ہمیں پولیس کے حوالے نہ کریں۔"

ماریا نے کہا:

"میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ اسی لیے تمہیں پولیس کے حوالے کر رہی ہوں۔ ورنہ پہلے میں نے تمہیں ہلاک کر ڈالنے کا فیصلہ کیا تھا۔"

ڈاکو ایک دم بھیگی بلی بن گیا۔

باہر جیپ تیزی سے آ کر رکی اور پھر ایک تھانیدار اور چار سپاہی اندر داخل ہوئے۔ تھانیدار کے ہاتھ میں پستول تھا۔ سپاہیوں نے رائفلیں اٹھا رکھی تھیں۔ بیگم نے تھانیدار کو بتایا کہ یہ دو ڈاکو ہیں۔ ہم نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انھیں پکڑ لیا ہے۔

سارا واقعہ تھانیدار کو سنا دیا۔ ڈاکو لوٹنے آئے تھے اور بیگم [illegible] ڈاکوؤں کو [illegible] مگر یہ نہ بتایا کہ ان دو کمزور عورتوں نے کیسے پکڑا۔ تھانے دار بولا:

"بیگم صاحبہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ ڈاکوؤں نے یہاں سے جو زیورات اور نوٹ لوٹے تھے وہ ان کے تھیلے میں پڑے ہیں اور ان کے پستول بھی ہم نے اپنے قبضے میں لے لیے ہیں۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ دو کمزور عورتیں ہیں۔ دونوں ڈاکوؤں کے پاس پستول تھے۔ پھر آپ نے انھیں کیسے پکڑا اور ان کی مشکیں بھی کس دیں؟"

اس پر ایک ڈاکو ڈرتے ڈرتے بول پڑا۔

"تھانیدار صاحب ہمیں ایک بھوت نے پکڑ کر باندھا ہے۔"

"بھوت نے؟" تھانیدار نے تعجب سے سوال کیا۔

"جی ہاں" ڈاکو نے کہا۔ "اس بھوت نے ہی میرے منہ پر تھپڑ مار کر میرے دانت توڑے ہیں۔"

تھانیدار ہنسنے لگا اور اپنے ایک سپاہی سے بولا:

"ان کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ آج تک کسی بھوت نے ڈاکو نہیں پکڑا۔ بہرحال انھیں تھانے لے چلو۔"

پھر تھانے دار نے بیگم صاحبہ اور ان کی بیٹی شہلا کے ابتدائی بیانات لکھے اور کمرے سے نکل گیا۔ سپاہیوں نے دونوں ڈاکوؤں کو ہتھکڑیاں پہنا کر جیپ میں بٹھا رکھا تھا۔ تھانیدار جیپ میں سوار ہونے لگا تو اس کے کان میں کسی عورت کی آواز آئی:

"تھانیدار صاحب! کیا آپ بھوتوں پر یقین نہیں رکھتے؟"

تھانیدار [illegible] دم سے وہیں ٹھٹک کر رہ گیا۔ یہ آواز ماریا کی [illegible] تھانیدار نے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی عورت نظر نہ آئی۔ پھر یہ آواز کس کی تھی؟ اس نے [illegible] ماریا نے آہستہ سے تھانیدار کے کندھے پر ہاتھ [illegible] لمس سے تھانیدار کا جسم خوف سے ٹھنڈا ہو گیا اور [illegible] وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

ماریا نے کہا:

"جب پولیس ڈاکوؤں کو نہیں پکڑ سکتی تو پھر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نیک دل بھوت میدان میں آ جاتے ہیں۔
خدا حافظ!"

یہ کہہ کر ماریا نے اپنا ہاتھ اٹھا لیا۔ تھانیدار دوڑ کر جیپ میں گھس گیا اور جیپ چلانے کا حکم دیا۔

کوٹھی میں اب آس پاس کی کوٹھیوں کی عورتیں بھی آ گئی تھیں۔ مرد ڈاکوؤں کو پکڑنے پر بیگم صاحبہ اور شہلا کی بہادری کی تعریف کر رہے تھے۔ بیگم اور اس کی بیٹی شہلا پلنگ پر خاموش بیٹھی تھیں۔ انہوں نے زیور اور نقد رقم تجوری میں بند کر کے تالا لگا دیا تھا۔

جب سب ہمسائے عورتیں اور [illegible] گئے تو بیگم صاحبہ نے نوکروں کو اندر سے [illegible] کھڑکیاں لگانے کا حکم دیا اور خود اپنی خواب گاہ میں لیٹ گئیں۔ سوچنے لگیں کہ اللہ تعالے نے ایک نیک [illegible] روح بھیج کر اس کی مدد فرمائی۔ ورنہ آج [illegible] کیا [illegible] بچ سکتی تھیں۔ شہلا ساتھ والے [illegible] پر لیٹی سوچ رہی تھی کہ یہ بھوت [illegible] کون وہ سائنس کی سٹوڈنٹ تھی اور بی اے میں پڑھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ کوئی بھوت روح تھی۔ ماریا اس کے پلنگ کے پاس ڈریسنگ ٹیبل

سٹول پر بیٹھی تھی۔ اسے شہلا بڑی پیاری لگی تھی۔ ماریا کے دل میں خواہش پیدا ہوئی تھی کہ وہ شہلا کو اپنی سہیلی بنائے۔

اس نے دیکھا کہ شہلا بستر پر چپ چاپ لیٹی چھت کو تک رہی ہے۔

ماریا نے آہستہ سے کہا:

"شہلا! کیا بات ہے۔ تمہیں نیند نہیں آ رہی"

شہلا ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے چاروں طرف تکنے لگی کمرے میں صرف نیلے لیمپ کی روشنی تھی۔

ماریا نے کہا:

"گھبراؤ نہیں شہلا! میں تمہاری دوست ہوں"

شہلا کے ہونٹ خشک ہو گئے۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا:

"تم ۔ تم کون ہو؟"

ماریا نے کہا:

"اس سوال کا جواب بہت لمبا ہو جائے گا۔ اگر ایسا وقت آیا ہو سکتا ہے پھر کسی وقت تمہیں اس کا جواب بھی دے دوں۔ فی الحال میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تمہیں یہ ضرور کہنا چاہوں گی کہ میں بھوت یا کوئی روح نہیں ہوں۔"

شہلا اور زیادہ حیران ہوئی، کہنے لگی:

"اگر تم روح نہیں ہو، بھوت پریت نہیں ہو تو پھر — پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تم غائب ہو؟"

شہلا کو ماریا کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ ماریا نے کہا:

"تم یہ سمجھ لو کہ میں بھی تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔ میں خوبصورت ہوں۔ میرے بال سنہری ہیں۔ میری آنکھیں نیلی ہیں اور میرا نام ماریا ہے۔"

شہلا نے تعجب سے پوچھا:

"اگر تم میری طرح کی لڑکی ہو تو پھر مجھے نظر کیوں نہیں آتیں؟"

ماریا بولی: "یہ ایک راز ہے جو میں تمہیں ابھی نہیں بتا سکتی۔ لیکن یقین کرو میں کوئی بھوت یا روح نہیں ہوں۔ تم پڑھی لکھی لڑکی ہو اور پڑھی لکھی لڑکیاں اور لڑکے ان باتوں پر یقین نہیں کیا کرتے۔"

شہلا کو اب کچھ حوصلہ ہو گیا تھا۔ اس کا کچھ خوف بھی دور ہو گیا تھا۔ اس نے نیم روشن کمرے میں جدھر سے ماریا کی آواز آ رہی تھی ادھر کو دیکھتے ہوئے کہا:

"ماریا! مجھے یہ بات بڑی ایڈونچرس لگتی ہے کہ میں ایک ایسی لڑکی سے بات کر رہی ہوں جو غائب ہے اور کسی کو نظر نہیں آتی۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے آ گئیں اور کیا اب یہاں سے چلی جاؤ گی؟ تم کہاں کی رہنے والی ہو؟ کیا جہاں تم رہتی ہو وہاں سبھی لڑکیاں غائب حالت میں رہتی ہیں؟"

ماریا نے مسکرا کر کہا:

"تم نے ایک ہی سانس میں مجھ سے کتنے ہی سوال پوچھ لیے ہیں۔ میں تمہیں ایک جملے میں جواب دیتی ہوں کہ میں اس ساری دنیا میں رہتی ہوں اور میری کوئی سہیلی یا بھائی غائب نہیں ہوتا اور میں ابھی لاہور شہر ہی میں رہوں گی۔ لیکن کوئی پتہ نہیں کب چلی جاؤں؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شہلا خاموش سی ہو گئی۔

ماریا نے جلدی سے کہا:

"لیکن تم فکر نہ کرو۔ جب بھی گئی تمہیں بتا کر جاؤں گی۔"

شہلا خوش ہو گئی کہنے لگی:

"کیا تم میری سہیلی بنو گی ماریا؟"

ماریا نے کہا:

"جس لڑکی کا کچھ پتہ نہیں کہ کب تم سے جدا ہو جائے۔ اس کو سہیلی بنا کر کیا کرو گی؟"

حالانکہ خود ماریا کا دل چاہتا تھا کہ شہلا کو اپنی سہیلی بنا لے۔ مگر اسے خیال آیا کہ وہ تو نہ جانے کس وقت کسی دوسرے ملک اور کسی دوسرے زمانے میں پہنچ جائے۔

شہلا نے کہا:

"تم جب تک لاہور میں ہو میرے ساتھ رہو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

ماریا نے شہلا کا ہاتھ تھام کر کہا:

"مجھے منظور ہے۔"

شہلا یہ دیکھ کر کچھ گھبرا گئی کہ ایک غیبی ہاتھ اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ ماریا نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

"تم ڈر تو نہیں رہی ہو شہلا؟"

شہلا نے کہا:

"بالکل نہیں۔ پہلے ڈرتی تھی۔ اب نہیں۔ اب تو تم میری سہیلی بن گئی ہو۔ اب صبح میرے ساتھ میرے کالج چلنا۔ چلو گی نا؟"

ماریا نے کہا:

"ضرور چلوں گی۔ اب تم سو جاؤ۔ میں صبح تمہارے پاس آؤں گی۔"

شہلا نے پوچھا:

"تم کہاں جاؤ گی ماریا؟"

ماریا نے ہنس کر کہا:

"یہ ساری دنیا میرا گھر ہے۔ سب لوگ میرے بہن بھائی ہیں۔ میں کہیں بھی جا سکتی ہوں۔ اچھا خدا حافظ! شب بخیر!"

شہلا نے ایک منٹ بعد آہستہ سے آواز دی:

"ماریا؟ تم میرے پاس ہو کہ نہیں؟"

ماریا نے کہا۔ "شہلا میں تمہارے پاس ہوں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ کہیں اور جا کر ٹھہروں گی۔ اب میں نے ارادہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بدل لیا ہے۔ میں یہیں تمہارے پاس رہوں گی۔ اور صبح
تمہارے ساتھ کالج چلوں گی۔

شہلا نے خوش ہو کر کہا۔ سچ تم میرے پاس ٹھہرو گی
صبح میرے ساتھ کالج بھی چلو گی۔ میں تمہیں وہاں اپنی بڑی
ہی پیاری سہیلی ریحانہ سے ملواؤں گی۔ ماریا آؤ اور میرے ساتھ
ہی چارپائی پر لیٹ جاؤ۔

ماریا:۔ بہن شہلا میں تمہارے ساتھ نہیں سوؤں گی
اس صوفے پہ سو جاتی ہوں۔

شہلا:۔ اچھا۔ جیسے تمہاری مرضی۔

پھر بڑی دیر تک ماریا، شہلا کو عنبر ناگ اور کیٹی کے
میں بتاتی رہی۔ جو اس کو بہت یاد آرہے تھے۔ اچانک ما
نظر گھڑی پر پڑی تو اس نے شہلا سے کہا۔ شہلا اب
سو جاؤ۔ رات کے بارہ بج رہے ہیں۔ تمہیں صبح کالج
دیر نہ ہو جائے۔

شہلا:۔ اچھا۔ اب تم بھی سو جاؤ۔ شب بخیر کہتے ہوئے
شہلا لیٹ گئی۔ اور تھوڑی ہی دیر بعد وہ گہری نیند سو
تھی۔ جبکہ ماریا جاگ رہی تھی کیونکہ سونا جاگنا اس کے لیے
مسئلہ نہ تھا۔

صبح کلاک نے جب پانچ بجائے تو ماریا نے دیکھا
جاگ چکی تھی۔ اس نے اٹھ کر سب سے پہلے وضو کیا

نماز پڑھی اور پھر دوسرے کمرے کی طرف چل دی۔ جہاں
اس کی والدہ بھی نماز پڑھ کر فارغ ہو چکی تھی۔ شہلا نے اپنی
امی کو بتایا کہ ماریا رات میرے پاس ہی ٹھہری تھی اور ہم رات
گئے تک باتیں کرتے رہے ماریا نے مجھے اپنے بہن بھائیوں کی
بہت دلچسپ باتیں بتائیں۔ شہلا کی والدہ یہ سن کر کچھ پریشان
سی ہو گئی۔ اور اپنی بیٹی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ کیا تمہیں
اس سے کچھ خوف نہیں آیا۔ شہلا نے جواب دیا۔ نہیں امی
ماریا تو بڑی اچھی ہے اور اب وہ میری سہیلی بن چکی ہے۔ آج
اس نے کالج میرے ساتھ جانا ہے۔ رات میں نے اس سے
وعدہ لیا تھا کہ وہ میرے ساتھ کالج جائے گی۔ اب آپ جلدی
سے ہم دونوں کے لیئے ناشتہ تیار کروا دیں۔ شہلا کو کیا
معلوم تھا کہ ماریا کو تو ناشتہ کی ضرورت ہی نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب شہلا کی امی نے اسے بتایا کہ ناشتہ
تیار ہو گیا تو وہ ماریا کو بلانے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ کمرے
میں آکر شہلا نے ماریا کو آواز دی۔

ماریا بولی تو اس کے جواب میں کہا۔ چلو ناشتہ تیار ہے۔
جلدی سے ناشتہ کریں۔ کالج کا ٹائم بھی ہو رہا ہے۔

ماریا کو ناشتہ کی ضرورت نہ تھی۔ پھر بھی شہلا کی خوشی
کے لیے وہ اس کے ساتھ چل پڑی۔ ناشتہ کے لیے جب وہ میز
تک آئیں دیکھا تو ناشتہ لگ چکا تھا۔ شہلا نے کہا ماریا بہن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ورنہ میں خود پیش کرتی۔

ناشتہ سے فارغ ہو کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر کالج کی طرف چل دیں۔ شہلا گاڑی خود چلا رہی تھی راستہ میں شہلا نے ریحانہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ اور کہا کہ یہ میری بڑی پیاری سہیلی ہے یہ ایک غریب خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے دو بھائی ہیں ایک کی شادی ہو چکی ہے۔ اور دوسرے کی ہونے والی ہے۔ ان کا باپ فوت ہو چکا ہے۔ دونوں بھائی اپنی بہن کو بہت چاہتے ہیں اور اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے ہیں۔ یہ پڑھائی میں بہت اچھی ہے۔ ہمیشہ اپنی کلاس میں اول آتی ہے۔ ہاں تمہیں ایک مزے کی بات بتاؤں میں تو اس کی خوبی کی وجہ سے اسے بہت ہی چاہتی ہوں۔ لیکن ہماری کلاس میں ایک لڑکی نورین ہے جو کہ اس سے بہت جلتی ہے اور اکثر اس سے لڑائی کے بہانے ڈھونڈتی رہتی ہے۔ اس نے اپنی ساتھی لڑکیوں ایک گروپ بنایا ہوا ہے جو اسے تنگ کرتی رہتی ہیں۔ ریحانہ بڑی صابر لڑکی ہے وہ سب سن کر بھی خاموش رہتی ہے۔ اسے صرف اپنی پڑھائی سے غرض ہے۔ اور وہ اپنی توجہ اسی طرف رکھتی ہے میں ان لڑکیوں کو اکثر سمجھاتی رہتی ہوں لیکن کیوں نورین کی وجہ سے اسے تنگ کرتی ہیں گو کہ [illegible] کا لیے کر وہ ایک

... نہیں کچھ۔ وہ کھلاتی پلاتی رہتی ہے انسان کو اتنا بے ضمیر نہیں ہونا چاہئیے لیکن ان پر اس بات کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یونہی باتیں کرتے کرتے ان کی گاڑی کالج کے گیٹ تک پہنچ گئی۔ شہلا گاڑی سے اتری اور ماریا سے پوچھا کیا تم بھی گاڑی سے باہر آ گئی ہو۔ ماریا نے جواب دیا کہ میں گاڑی سے باہر آ گئی ہوں۔ شہلا نے کہا۔ ٹھیک اب میں گاڑی کو بند کرنے لگی ہوں۔ گاڑی بند کرنے کے بعد شہلا نے ماریا سے کہا۔ اب تم میرے ساتھ چلو۔

جب وہ دونوں شہلا کے کلاس روم کے قریب پہنچیں۔ تو ماریا کمرے میں داخل ہو گئی۔ لیکن شہلا کو اس کی ایک سہیلی نے سلام دعا کرتے ہوئے روک لیا۔ ماریا یونہی کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا۔ ایک ڈیسک پر ایک لڑکی اپنی کتاب پڑھنے میں مصروف ہے اسے ارد گرد کی کچھ خبر نہیں کہ کون آیا کون گیا۔ اس کے نزدیک ڈیسک کے پاس ایک لڑکی ایک پرس سے کچھ نکال کر اپنے پرس میں ڈال کر جلدی سے چل دی ہے۔ کتاب پڑھنے والی لڑکی کو اس بات کا کچھ پتہ نہ چلا۔ اتنے میں شہلا بھی کمرے میں آ گئی اور آہستہ سے ماریا کو آواز دی۔ اور جب ملنے پر ماریا لڑکی جو اتنا ڈوب کر پڑھ رہی ہے یہ میری سہیلی ریحانہ ہے۔ ابھی وہ بتا ہی رہی تھی کہ ایک لڑکی اور لڑکیوں کے جھرمٹ میں کمرے میں داخل ہوئی تمام لڑکیاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس کے ساتھ مل کر کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ شہلا نے آہس
سے ماریا کو بتایا کہ یہ لڑکی نوزین ہے جس کے متعلق میں
تمہیں بتایا کہ یونہی ریحانہ کو تنگ کرتی رہتی ہے۔ چلتے چل
وہ اس ڈسک کے قریب آگئی۔ جس پر پرس رکھا ہوا
ماریا دیکھ رہی تھی کہ وہ سب خوش گپیوں میں مصروف ہیں کہ ا
ن میں سے ایک لڑکی نے نوزین کو مخاطب کرتے ہوئے چیز
اس پر نوزین نے پرس کھولا۔ تو پریشان ہو کر بولی اس
سے کسی نے میرے پیسے چرا لیے ہیں۔ ابھی تھوڑی در
تک اسے یہاں رکھ گئی تھی آج صبح ہی میں نے ابو سے
روپے لیے تھے۔ بالکل نئے نوٹ تھے۔ جب میں گئی تھی
سوائے ریحانہ کے اس کمرے میں کوئی اور نہ تھا۔ ماریا
ہی ساری بات سمجھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ ان میں وہ لڑ
موجود ہے۔ جس نے اسے کھول کر کچھ نکالا تھا اور جو لیک
ہی ہوں گے۔ ماریا نے سنا نوزین کہہ رہی تھی کہ یہ کام
ریحانہ کے اور کسی کا نہیں ہو سکتا۔ اسی نے میرے
چرائے ہیں۔ ہم اس کی تلاشی لیں گے۔ شہلا نے جب
تو غصے میں نوزین سے کہا تمہیں کسی پر جھوٹا الزام
لگانا چاہیئے۔ پتہ نہیں تم کہاں پیسے گرا آئی ہو۔ ا
ریحانہ پر چوری کرنے کا الزام لگاتی ہو۔ ریحانہ نے دیکھ
تمام لڑکیاں نوزین کی ہاں میں ہاں ملا رہی ہیں اور سبھی

کو قصور وار سمجھتی ہیں۔ تو وہ بہت پریشان ہوئی۔ اس پریشانی
میں ماریا کو بھی بھول گئی۔ ماریا ابھی یہ سب کچھ دیکھ رہی
تھی۔ خاص طور پر اس لڑکی کو جس نے پرس سے روپے
چرائے تھے وہ ہی بڑھ چڑھ کر الزام تراشی کر رہی تھی۔
ماریا چاہتی تو فوراً اس ڈرامہ کو ختم کر دیتی۔ لیکن وہ دیکھنا
چاہتی تھی کہ آخر یہ کرتی کیا ہیں۔ اس شور و غل کو سن کر
ایک لیکچرار بھی کمرے میں آگئی اُسے جب صورت حال کا
پتہ چلا تو وہ بھی پریشان ہوگئی اُس کا دل اس بات کو ماننے
کے لیے تیار ہی نہ تھا کہ ریحانہ ایسی حرکت کر سکتی ہے۔ لیکن
نوزین کی امارت نے اسے بھی کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ وہ اتنا
کہہ کر چل دی کہ اسے پرنسپل کے پاس لے جاؤ۔ سب
لڑکیوں نے کہا ٹھیک ہے اسے پرنسپل کے پاس لے چلو۔
وہ خود ہی فیصلہ کریں گی۔ ماریا نے جب یہ صورت حال دیکھی
تو وہ بھی پریشان ہو گئی۔ کہ پیسے تو دوسری لڑکی نے چرائے
ہیں اور الزام ریحانہ پر آرہا ہے۔ ان لڑکیوں میں سے ایک
بولی۔ پرنسپل کے پاس تو بعد میں چلیں گے پہلے اس کی تلاشی
لے لو۔ وہی لڑکی جس نے روپے چرائے تھے۔ اپنا پرس
ڈیسک پر رکھ کر آگے بڑھی۔ اور زبردستی ریحانہ کی تلاشی لینے
لگی۔ اس کے پاس کچھ ہوتا تو نکلتا پھر وہ لڑکی اس کی کتابیں
الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی اور کہنے لگی اس کے پاس کچھ نہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ اس نے روپے کہیں چھپا دیئے ہیں۔ اسے پرنسپل کے
پاس لے چلو۔ ماریا پہلے اس لڑکی کو سزا دینا چاہتی تھی
کہ شہلا کو بتا دے کہ روپے اس لڑکی کے پرس میں ہیں
پھر اس نے سوچا اس طرح نورین کو کسی شرمندگی سے دو
چار نہیں ہونا پڑے گا۔ جس نے سوچے سمجھے بغیر ریحانہ
پر چوری کا الزام لگا دیا ہے۔ پہلے اسے سزا دینی چاہیے
اس نے فوراً ______ آگے بڑھ کر اس لڑکی کا پرس
کھولا اور اس میں سے روپے نکال کر جلدی سے
نورین کے پرس میں ڈال دیئے۔ ماریا فارغ ہی ہوئی
کہ سب لڑکیاں ریحانہ کو زبردستی پرنسپل کے کمرے
کی طرف لے جانے لگیں۔ ریحانہ جو زار و قطار رو رہی
اور سب کی طرف بے بسی کے عالم میں دیکھ رہی تھی
خاص طور پر اپنی سہیلی شہلا کی طرف کہ وہ اسے کیا
گی۔ حالانکہ میں بے قصور ہوں۔ لیکن میں اپنا بے قصور
کیسے ثابت کر سکتی ہوں۔ لڑکیاں زبردستی ریحانہ کو
کے کمرے میں لے گئیں۔ اور تمام صورت حال پرنسپل کو
یہ سن کر پرنسپل پر سکتہ کا عالم چھا گیا۔ وہ بھی ریحانہ کو ا
لڑکی (شہلا) سمجھتی تھی۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا
وہ کیا کرے۔ اچانک پرنسپل نے نورین سے کہا کہ تم ا
کر مجھے دکھاؤ۔ پرس کھلا تو اس کے اوپر

سو روپے کے نئے نوٹ پڑے تھے۔ یہ دیکھ کر سب
لڑکیاں حیران پریشان ہو گئیں۔ وہ سخت شرمندہ تھیں کہ کیوں
دیکھے بھالے بغیر ہم نے نورین کی بات مان لی۔ سب سے
زیادہ حیرانی اس لڑکی پر ظاہر ہو رہی تھی جس نے روپے
چوری کر کے اپنے پرس میں ڈالے تھے۔ اس نے سب
کی نظر بچا کر اپنا پرس کھول کر دیکھا تو اس میں روپے
[illegible] وہ حیران تھی کہ میرے پرس سے روپے
نورین کے پرس میں کیسے چلے گئے۔ اس عرصہ میں پرنسپل
نے نورین کو بہت شرمندہ کیا۔ اور کہا کہ وہ ریحانہ سے معافی
مانگے۔ نورین کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ
تھا کہ وہ اپنی غلطی کی معافی مانگے۔ لہٰذا اس نے ریحانہ سے
سب لڑکیوں کے سامنے معافی مانگی۔ شہلا بہت خوش
تھی کہ نورین کو اس کی غلط بیانی کی سزا ملی۔ اُسے تو اصل صورت
حال کا علم نہیں تھا۔ ماریا اب سوچ رہی تھی کہ اس لڑکی
کو بھی اس کی حرکت کی سزا ملنی چاہیئے۔ کیسے اس کے
اس نے سوچا اور پھر اس نے لڑکی کے پاس پڑا ہوا
پرس اُٹھا لیا۔ پرنسپل نے جب تمام لڑکیوں کو اپنی کلاس
جانے کے لیے کہا تو اس لڑکی نے پرس اٹھانا چاہا تو وہ
غائب تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا کہ میرا پرس غائب
ہو گیا ہے۔ سب لڑکیوں نے بھی پرس اس کے پاس دیکھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ وہ بھی حیران پریشان تھیں کہ پرس کہاں غائب ہو
گیا۔ کہ اچانک پرس پرنسپل کی میز پر گرا یہ دیکھ کر پرنسپل
سمیت سب لڑکیوں کی چیخیں نکل گئیں کہ یہ کیسے غائب
ہوا اور کیسے آ گیا۔ لیکن شہلا جان چکی تھی کہ یہ سب کرشمہ
ماریا کا ہے جسے وہ اس ہنگامے میں بھول چکی تھی
اس نے ماریا کو بلانے کے لیے منہ کھولا لیکن ایک ہاتھ
نے اس کا منہ بند کر دیا۔ شہلا سمجھ گئی کہ ماریا نہیں چاہتی
کہ میں اسے پکاروں۔ وہ خاموش ہو گئی۔ سب لڑکیاں
جلدی سے دروازہ کی طرف بھوت بھوت پکارتے بھاگیں
وہ لڑکی جس نے روپے چرائے تھے وہ درمیان میں
ماریا نے آگے بڑھ کر اُسے پکڑ لیا۔ اور آہستہ
اس کے کان میں کہا۔ خبردار جب تک میں نہ کہوں اپنی
جگہ سے ہلنا نہیں۔ وہ لڑکی بُری طرح سے خوفزدہ
ہو چکی تھی۔ خوف کے مارے اس کی آواز تک نہیں
رہی تھی۔ ماریا نے اپنا منہ اسے قریب کرتے ہوئے
کہا۔ دیکھو لڑکی میں جو بات کہہ رہی ہوں غور سے
لو۔ اب تم کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولو گی۔ میں ایک روح
ہوں میں کسی کو کچھ نہیں کہتی۔ اس وقت جب تک
کوئی غلط بات نہ کرے۔ اب میں اونچی آواز میں تم سے
پوچھوں گی تم اس بات کا صحیح جواب دو گی۔ اگرچہ

بولا۔ تو اس کترا باؤں گی پھر ایک غیبی آواز نے پرنسپل
کو پکارا اور کہا کہ آپ کو یا سب لڑکیوں کو گھبرانے یا ڈرنے
کی ضرورت نہیں میں ایک ضروری کام کے سلسلہ میں کہیں
جا رہی تھی۔ کہ ایک واقعہ میرے سامنے ہوا جو میں آپ سب
کو بتا رہی ہوں۔ اور اس سارے واقع کی گواہ یہ انگوری لباس
والی لڑکی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں ریحانہ کی کلاس میں سے گزر
رہی تھی کہ میں نے دیکھا یہ بڑے شوق اور محبت کے ساتھ پڑھ
رہی ہے یہ مجھے بہت اچھی لگی۔ میں چند لمحوں کے لیے اس کے
پاس کھڑی ہو گئی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ یہ انگوری لباس
والی لڑکی ڈیسک پر پڑے ہوئے پرس میں سے کچھ نکال
کر اپنے پرس میں ڈال رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کچھ
لڑکیاں نورین کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئیں ایک لڑکی
کے کچھ مانگنے پر نورین نے پرس کھولا تو دیکھا کہ اس کے
پرس میں سے روپے غائب ہیں۔ اس نے یہ تحقیق کیے بغیر
کہ روپے کس نے چرائے ہیں۔ الزام ریحانہ پر لگا دیا جس
کا مجھے بہت دُکھ ہوا۔ اس سلسلہ میں، میں اِسے شرمندہ
کرنا چاہتی تھی۔ جب سب لڑکیوں نے فیصلہ کیا کہ ریحانہ
کو پرنسپل کے پاس لے جایا جائے تو میں نے انگوری لباس
والی لڑکی کے پرس سے روپے نکال کر نورین کے پرس میں ڈال
دیئے۔ جو آپ کے سامنے اس کے پرس سے برآمد ہوئے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور پھر اسے اپنے کیے کی معافی مانگنا پڑی۔ میری یہ نصیحت
ہے کہ کسی پر بغیر سوچے سمجھے یا ثبوت کے الزام نہ لگانا چا
اس طرح کئی اچھے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر بدنام ہو جا
ہیں۔ روپے تو کسی نے چوری کیے اور بدنام ریحانہ کو کیا گ
اب میں آپ سب کے سامنے اس لڑکی سے پوچھ رہی
ہوں کہ اس نے نورین کے پرس سے روپے چوری کیے
اگر اس نے جھوٹ بولا تو اسے کڑی سزا ملے گی۔ اور
تو اسے آپ سب کے سامنے ریحانہ اور نورین سے معافی ما
ہو گی۔ اور آئندہ کے لیے توبہ کرنا ہو گی۔

انگوری لباس والی لڑکی جو پہلے ہی خوفزدہ تھی نے
چوری کا اعتراف کر لیا اور فوراً ریحانہ کے پاؤں میں گر کر
مانگنے لگی۔ ریحانہ نے غصے سے منہ دوسری طرف پھیر
لیکن پھر ماریا کے یہ کہنے پر کہ اچھے لوگ اگر برے لوگوں معاف
نہیں کریں گے تو وہ سیدھے راستے پر کیسے آئیں گے۔ تم بھی
معاف کر دو۔ اس طرح ریحانہ اور نورین دونوں نے اسے معاف
دیا۔ پرنسپل نے ماریا کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ریحانہ کو
سے بچایا اور غلط حرکت کرنے والی کو سزا دلوائی۔
کے بعد سب لڑکیاں اپنے کلاس روم کی طرف چل دیں
جو سب سے پیچھے تھی اور ریحانہ اس کے آگے تھی نے
سے ماریا کو پکارا تو ماریا نے جواب دیا کہ خاموشی سے چلو

تمہارے ساتھ ہوں۔ کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے کہ میں تمہاری
دوست ہوں اور تمہارے ساتھ کالج آئی ہوں۔ ہاں تم ایسا
کرو۔ ریحانہ کو روک لو جب سب لڑکیاں دور چلی جائیں تو
ہم کالج سے باہر جائیں گی اور کسی پرسکون جگہ بیٹھ کر ریحانہ
کو سب کچھ بتائیں گے۔ شہلا نے ایسا ہی کیا۔ ریحانہ جو اس
سارے واقعے سے بہت پریشان تھی۔ یہ جان کر بہت خوش
ہوئی کہ اس کی سہیلی شہلا کی دوست ماریا نے اس کی مدد کی۔
اس نے ماریا کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ آئندہ
بھی جب کبھی وہ لاہور آئے تو اسے ضرور ملے کیونکہ اسے پتہ
چلا تھا کہ ماریا جلد ہی لاہور سے چلی جائے گی آج دونوں سہیلیاں
کالج سے چھٹی کر کے ماریا کے ساتھ شہلا کے گھر آ گئیں۔ اور
وہاں بیٹھی باتیں کرتی رہیں۔ پھر دوپہر کا کھانا اکٹھا کھایا یونہی
چار بج گئے تو چائے پینے کے بعد ریحانہ تو چلی گئی اور ماریا نے
اسے بڑی محبت سے رخصت کیا۔ اور کہا کہ جب کبھی پھر وہ لاہور
آئے گی تو ضرور ملے گی۔ شام گہری ہوتے ہی ماریا نے شہلا کو کہا
کہ اب وہ جا رہی ہے۔ اور کہا کہ میں جب تک یہاں ہوں تمہیں
ملتی رہوں گی۔ اتفاق سے کہیں چلی بھی گئی تو جب کبھی لاہور
آؤں گی تو تمہیں ضرور ملوں گی۔ اچھا خدا حافظ۔ شب بخیر!

ماریا لاہور کے دریائے راوی کے کنارے جہانگیر کے
مقبرے میں آ گئی۔ چونکہ اس کا اپنا تعلق ماریا سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا اس لیے اسے پرانی تاریخی عمارتیں بہت پسند تھیں
اس لئے سوچا کر باقی رات مقبرہ جہانگیر کی تاریخی عمارت
میں گذارنی چاہیئے۔ ہلکی ہلکی چاندنی پھیلی تھی۔ مقبرے
کے مینار خاموش کھڑے تھے۔ ماریا ایک بار پہلے
اس مقبرے کی سیر کر چکی تھی۔ پھرتے پھراتے
مقبرے کے پیچھے آ گئی۔ یہاں آم کے درختوں
گھنے جھنڈ خاموش پڑے تھے۔ درختوں کے نیچے گھاس
تھا۔ کچھ فاصلے پر دریائے راوی خاموشی سے بہہ رہا
اچانک ہلکی ہلکی چاندنی میں ماریا کو ایک انسانی
مقبرے کے پیچھے ایک کوٹھڑی کی طرف دوڑتا
آیا۔ ماریا کو کچھ شک ہوا۔ وہ تیزی سے کو
کی طرف بڑھی۔

اس نے دیکھا کہ یہ ایک ہٹا کٹا آدمی تھا
نے کاندھے پر ایک بوری اٹھا رکھی تھی۔ کوٹھڑی
سے دو ہٹے کٹے آدمی باہر نکل آئے۔

"لے آئے؟ تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں؟"

"بالکل نہیں۔" بوری والا آدمی بولا؛ "مگر اس حرامی
کو ہوش آنے لگا ہے۔"

دوسرے آدمی نے کہا،

"اسے جلدی سے کوٹھڑی میں لے آؤ۔"

اب ماریا کو بوری میں سے کسی لڑکے کے کراہنے
کی آواز سنائی دی۔ یہ تینوں آدمی کوٹھڑی میں آ گئے۔
ماریا بھی ان کے ساتھ ہی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔
یہاں مٹی کے تیل کا لیمپ جل رہا تھا۔ بوری زمین
پر پھینک کر اس کا منہ کھول دیا گیا۔ ماریا نے
جھک کر دیکھا کہ اس کے اندر آٹھ نو سال کا ایک
لڑکا گچھی سا ہو کر پڑا تھا۔ اور آہستہ آہستہ کراہ رہا
تھا۔ ایک آدمی نے جیب سے ایک شیشی نکال کر اس
بے ہوشی رومال پر ڈالا اور بولا:

"اسے دوبارہ بے ہوش کیے دیتا ہوں۔ فکر نہ کرو۔"

اب ماریا سمجھ گئی کہ یہ تینوں بردہ فروش بدمعاش
ہیں جو بچے اغوا کر کے آگے جا کر بیچ دیتے ہیں
اور یوں ہنستے مسکراتے گھروں کی خوشیاں چھین لیتے ہیں۔
ماریا تو اس قسم کے سماج دشمن، انسانیت دشمن بدمعاشوں
کی جانی دشمن تھی۔

اس نے پہلا کام یہ کیا کہ ہاتھ مار کر بدمعاش
کے ہاتھ سے بے ہوشی کی دوائی والی شیشی پرے پھینک
دی۔ اس بدمعاش نے دہشت زدہ ہو کر اپنے ساتھیوں
کی طرف دیکھا "یہ میرے ہاتھ پر کس نے ہاتھ مارا؟"

دوسرا بدمعاش بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تمہارے ہاتھ ...
یہاں ایسی حرکت کون کر سکتا ہے۔ آپ اپنے ... کی بھول
پہلا بدمعاش کہنے لگا:
"نہیں۔ میرے ہاتھ پر کسی نے ہاتھ مارا ہے۔"
تیسرا بدمعاش بولا:
"اچھا شیشی کو اٹھا کر دیکھو تو سہی۔ اس
میں دوائی بچی ہے تو لڑکے کو بے ہوش
کرو۔ اسے ہوش آگیا تو یہ شور مچا دے گا۔"
اس بدمعاش نے شیشی کو اٹھانا چاہا مگر وہ چکنا چور
ہو چکی تھی۔ وہ بولا:
"کرم دین! یہاں ضرور کوئی جن رہتا ہے۔"
"بکواس نہ کر او۔ اس لڑکے کے سر پر ڈنڈا
مار کر اسے بے ہوش کر دے۔ جلدی کر۔ وہ
ہوش میں آ رہا ہے۔"
جونہی اس آدمی نے ڈنڈا کونے سے اٹھایا۔ ...
اس کے ہاتھ سے ڈنڈا چھین کر اس کی پیٹھ پر
زور سے مارا کہ اس کے منہ سے بے اختیار ...
گئی۔ وہ بھوت بھوت کہتا باہر کو دوڑنے لگا تو ...
کوٹھڑی کا دروازہ اندر سے بند کر دیا اور ایک ایک
زور سے مار کر ان تینوں بدمعاشوں کو بے ہوش کر ...

سیّارہ ڈیگاس

اب ہم عنبر ناگ اور تھیوسانگ کی طرف چلتے ہیں۔
پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر ناگ اور تھیوسانگ اپنی خلائی اڑن طشتری میں خلائی لڑکیوں اوٹاشا اور نٹالیا کے ساتھ جزیرے سے خلا کی طرف پرواز کر گئے تھے۔ ان کی منزل اوٹاشا اور نٹالیا کا سیارہ تھا جہاں سے خلائی مخلوق ان دونوں کو اغوا کر کے زمین پر لے آئے تھے۔
اوٹاشا اور نٹالیا دونوں بڑی ماہر خلا باز لڑکیاں تھیں۔ تھیوسانگ بھی خلائی سفر میں ان کی مدد کر رہا تھا۔
عنبر اور ناگ خلائی اڑن طشتری کے ایک کمرے میں بیٹھے ماریا اور کیپٹن کے بارے میں باتیں کر رہے تھے انہیں ماریا کے زمین پر رہ جانے کا بہت افسوس تھا۔
ناگ نے آہ بھر کر کہا:
"ماریا ایک بلّی کی شکل میں ہم سے جدا ہوئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے خدا جانے وہ کس حال میں ہوگی۔"

عنبر نے کہا :

"ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ وہ کسی نہ کسی شکل میں کبھی نہ کبھی ہمیں ضرور آن ملے گی بہرحال اس وقت ہمیں کیٹی کی زیادہ فکر ہے۔ اس کے سیارے کا پتہ چلانا ایک مشکل کام ہے۔"

ناگ بولا : "میرا خیال ہے کہ ہم اڈناشا اور نتالیا کو ان کے سیارے پر چھوڑ کر کیٹی کی تلاش میں نکل چلیں گے۔"

عنبر نے کہا :

"مگر ہمیں ابھی تک بھی تو معلوم نہیں کہ کیٹی کون سے سیارے میں ہے۔ خلا میں کروڑوں کائناتیں ہیں اور اربوں سیارے ہیں۔"

ناگ نے عنبر کو تسلی دیتے ہوئے کہا :

"قدرت نے جس طرح ہمیشہ ہماری مدد کی ہے۔ اسی طرح اب بھی کیٹی کی تلاش میں ہماری مدد کرے گی۔"

عنبر دیوار میں لگے مضبوط اور موٹے شیشے میں

باہر خلا میں دیکھ رہا تھا۔ خلا کا رنگ بالکل سیاہ تھا جس میں سیارے انگاروں کی طرح دہک رہے تھے۔ ان کی اڑن طشتری روشنی کی رفتار کے ساتھ خلا میں سفر کر رہی تھی۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور اتنی رفتار پر پہنچ کر ہر شے اتنی بھاری ہو جاتی ہے کہ اس کا وزن ہمالیہ کے پہاڑ سے بھی دس گنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ جو چیز ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے وہ سکڑ کر اتنی چھوٹی ہو جاتی ہے کہ خود روشنی کی شعاع بن جاتی ہے دوسری بات یہ ہوتی ہے کہ اس کا وزن بے پناہ بڑھ جاتا ہے۔ یعنی اگر ایک فٹ بال روشنی کی رفتار سے سفر شروع کرتا ہے تو وہ ایک سیکنڈ کے بعد نیویارک کی ساری عمارتوں کے بوجھ کے برابر ہو جائے گا۔

اڑن طشتری اس لیے سکڑ کر چھوٹی نہیں ہوئی تھی کہ اسے ایک ایسی خلائی دھات سے بنایا گیا تھا جس پر اتنی زبردست رفتار کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس کا وزن ضرور اتنا بڑھ گیا تھا کہ اگر ایک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پڑے ہیں کراچی کی ساری عمارتیں اور دوسرے پلڑے
میں روشنی کی رفتار سے سفر کرتی ہوئی اڑن طشتری
دی جائے تو اڑن طشتری کا پلڑا پھر بھی نیچے
جھک جائے۔ اس بے پناہ وزن کی وجہ سے اڑن طشتری
کے اندر دباؤ کا ناقابلِ یقین حد تک بڑھ جانا
اور اصول کی بات تھی مگر خلائی اڑن طشتری کے
ایک ایسا کمپیوٹرائزڈ نظام کام کر رہا تھا جس نے
طشتری کی فضا کو اتنے شدید دباؤ سے بچائے رکھا
پیارے دوستو! یہاں ہم فزیکل سائنس کا ایک
اصول بتا دینا چاہتے ہیں۔ ہم جس دنیا میں چل
رہے ہیں۔ یہ بالکل ایک ایسی کوکا کولا کی بوتل
طرح ہے جس کو دباؤ کے ذریعے ہوا بند کر
ہے۔ یعنی ہم سے ہر شخص اپنے جسم سے کو
چار پانچ گنا زیادہ وزن اپنے سر پر اٹھائے
پھر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمارا
کے گرد فضا کا ایک ایسا کرہ ہے جس نے
زمین کی طرف دبا رکھا ہے۔ اس دباؤ کی وجہ
ہمارے جسم کے الیکٹرون وغیرہ ایک دوسرے
چمٹے ہوئے ہیں۔ اس فضا کے دباؤ سے ہمارے

کے ایٹم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ایک
دباؤ ہمارے خون کا ہے جو اندر سے باہر کی طرف
پڑ رہا ہے۔ اس اندر کے دباؤ کو باہر کے دباؤ
نے اعتدال میں کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ زمین
کی کشش ہمیں زمین کے ساتھ لگائے ہوئے ہے۔
اگر فضا کا دباؤ ختم ہو جائے تو ہمارے جسم کے
اندر کا دباؤ ہمارے جسموں کو غبارے کی طرح فضا
میں دھماکے سے اڑا دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے
اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ہم انسانوں پر جس کا شکر
ادا کرنے کے لائق ہمارے پاس الفاظ نہیں ہیں۔
چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جب خلا باز زمین کی فضا سے
باہر نکل کر خلا میں پہنچتے ہیں اور اپنے خلائی جہاز
سے نکل کر خلا میں چہل قدمی کرتے ہیں یا چاند
پر اترتے ہیں تو انہیں پریشر سوٹ یعنی دباؤ کا
لباس پہننا پڑتا ہے۔ اس خلائی سوٹ میں اتنا ہی
دباؤ بھرا ہوتا ہے جتنا کہ ہمارے بدن کو سلامت
رکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ اگر خلا میں کسی خلاباز
کے سوٹ کو ذرا سی پن کی نوک بھی چبھ جائے تو
خلا باز غبارے کی طرح پھٹ جائے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بہرحال یہ سائنس کے وہ اٹل اصول ہیں جنہیں آپ انشاء اللہ بڑی جماعتوں میں پہنچ کر خود بخود پڑھیں گے۔ لیکن آپ دوستوں کو اپنی زمین اور کائنات کے بارے میں ابتدائی اور ضروری معلومات دینا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کیوں کہ علم حاصل کرنا ہر بچے کا فرض ہے اور اللہ تعالےٰ نے بھی قرآن پاک میں علم حاصل کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دوسرے ترقی یافتہ ملک کے بچوں کی طرح ہمارے وطن کے کے بچوں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری زمین کیا ہے؟ اس کی گردش، فضا کے دباؤ، اس کی کشش اور اس کے ارد گرد پھیلے ہوئے خلا میں قدرت کون کون سے اٹل قانون کام کر رہے ہیں۔

اڑن طشتری خلا میں بے پناہ رفتار سے بھاگی جا رہی تھی۔

مگر باہر سیاروں کو دیکھنے سے ایسے لگتا تھا جیسے اڑن طشتری ایک جگہ کھڑی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلا میں باہر کوئی ایسی شے نہیں تھی جو اڑن طشتری کے قریب ہونے کی وجہ سے تیزی سے پیچھے کو بھاگتی اور پتہ چلے کہ اڑن طشتری آگے کو دوڑ رہی ہے۔ یہ اصول

کی بات ہے کہ ہم کسی شے کو پیچھے جاتے دیکھ کر ہی پتہ چلاتے ہیں کہ ہم آگے جا رہے ہیں اگر ہم کسی بوتل میں بیٹھ کر ہزاروں میل کی رفتار سے آگے دوڑ رہے ہوں لیکن ہمیں پیچھے کو جاتی کوئی شے دکھائی نہ دے تو ہمیں یہی محسوس ہو گا جیسے ہم بوتل میں بند ایک جگہ لٹکے ہوئے ہیں۔ اس کا ہلکا سا تجربہ ہمیں ہوائی جہاز میں سفر کرنے سے ہوتا ہے۔ ہوائی جہاز زمین سے بیس ہزار فٹ کی بلندی پر چھ سات سو کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ رہا ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم شیشے کی گول کھڑکی میں سے باہر دیکھیں تو لگتا ہے کہ ہمارا جہاز ایک ہی جگہ پر کھڑا ہے۔

آپ بور تو نہیں ہو گئے دوستو! یہ بڑی ضروری معلومات ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ آپ سب دوستوں کو ان باتوں کا علم ہو۔ یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ ہماری زمین سے اوپر ایک سو بیس میل کی بلندی کے بعد خلا شروع ہو جاتا ہے۔

اچھا بھئی اب ہم اڑن طشتری میں واپس آتے ہیں۔ اوٹاٹاش اور نتالیا اڑن طشتری کی کاک پٹ میں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

خلائی سکرین پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں۔ سکرین نیچے کمپیوٹر خلائی راستے کی ایک ایک تفصیل بتا تھا۔ وہ خلا میں کتنی دور آ گئے ہیں؟ وہ کس جا رہے ہیں؟ آگے کون سی کائنات شروع ہو ہے۔ اور اس کائنات کے کتنے نظام شمسی سسٹم ہیں؟ خلا میں تابکاری کی شدت کتنی وغیرہ وغیرہ۔

خلائی انسان تھیوسانگ خلائی راڈار کنٹرول پر بیٹھا ہوا سبز سکرین پر گھومتی ہوئی راڈار کی سوئی سے دیکھ رہا تھا اور کمپیوٹر پر اس کی انفو کرتا جا رہا تھا۔ عنبر اور ناگ بھی کاک پٹ ان کے پاس آ گئے۔ اوشاشا نے عنبر سے کہا

"عنبر! تم ضرور معلوم کرنا چاہتے ہو گے کہ ہمیں زمین سے چلے کتنی دیر ہو گئی ہے؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"میرا خیال ہے زمین کے حساب سے تو ایک دن اور ایک رات ہی گزری ہے۔"

اوشاشا اور ثانیا مسکرانے لگیں۔

بھی مسکرایا۔

عنبر نے کہا:

"ارے بھئی! تمہیں اناڑی نہ سمجھا۔ اس سے پہلے ہم کئی بار خلا میں سفر کر چکے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ زمین اور خلا کے وقت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

ثانیا نے مسکراتے ہوئے کہا:

"نہیں نہیں عنبر بھائی! ہم تمہیں اور ناگ بھیا کو اناڑی ہرگز نہیں سمجھتیں۔ تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ خلا کے حساب سے ہمیں سفر کرتے پندرہ برس گزر گئے ہیں مگر رفتار کے اعتبار سے ہم نے صرف ایک دن کا ہی سفر کیا ہے۔"

ناگ نے اپنے سر پہ ہاتھ پھیر کر کہا:

"یہ باتیں ہماری سمجھ میں تو نہیں آتیں ہمیں تو یہ بتائیں کہ آپ لوگوں کا سیارہ ابھی کتنی دور ہے؟"

اوشاشا نے تھیوسانگ کی طرف دیکھ کر پوچھا:

"تھیوسانگ! اپنے سیارے سے کوئی سگنل ملا ہے؟"

تھیوسانگ بولا:

"ابھی نہیں اوٹاشا! لیکن راڈار کی سوئی ایک
نیلے رنگ کے ننھے سے نقطے کو ظاہر کرنے
لگی ہے۔"

نٹالیا بولی: "یہی ہمارا سیارہ ہے۔"

پھر وہ سب بھتیوسانگ کے قریب آ کر جھک کر خلائی راڈار کی سکرین کو تکنے لگے۔ چھوٹی سکرین پر چمکیلی سوئی گھوم رہی تھی۔ ایک خاص زاویے پر آ کر ہی سکرین کے اوپر کونے میں ایک ننھا سا نیلا نقطہ چمک اُٹھتا۔

اوٹاشا خوش ہو کر بولی:

"نٹالیا! ہم ٹھیک سمت پر جا رہے ہیں۔ یہی ہمارا سیارہ ہے۔"

یہ نیلا نقطہ بیس راڈار کے بعد اب خلائی جہاز کی بڑی سکرین پر بھی نظر آنے لگا تھا۔ پہلے اس کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ اب جوں جوں سیارہ قریب آ رہا تھا اس کا رنگ ہلکا ہونے لگا تھا۔ وہ ناشپاتی کی طرح گول تھا۔

عنبر نے کہا:

"اس کی گولائی بالکل ہماری زمین کی طرح ہے

ہماری زمین بھی گیند کی طرح گول نہیں ہے بلکہ ایک طرف سے ناشپاتی کی طرح اُبھری ہوئی ہے۔"

نٹالیا کہنے لگی:

"ہمارے سیارے کی اپنے مرکز کے گرد اور سورج کے گرد گردش بھی تمہاری زمین کے برابر ہے اور سورج سے ہمارے سیارے کا فاصلہ بھی بالکل اتنا ہی ہے جتنا فاصلہ تمہاری زمین کا ہے۔"

بھتیوسانگ بولا: "اس کا مطلب ہے کہ تمہارے سیارے پر ہماری زمین ایسے حالات ہوں گے۔"

اوٹاشا نے کہا:

"لیکن ہمارے نظامِ شمسی میں سورج کا درجۂ حرارت تمہاری زمین کے سورج کے درجہ حرارت سے [illegible] کم ہے جس کی وجہ سے ہمارے ہاں سردی شدید ہے اور صرف ایک مہینے کے لیے بہار آتی ہے۔ باقی سارا سال برف جمی رہتی ہے۔ یہ نیلا رنگ جو تم دیکھ رہے ہو سورج کی کرنوں کے برف پر پڑنے سے پیدا ہو رہا ہے۔"

اُڑن طشتری قیامت خیز رفتار کے ساتھ نیلے سیارے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی طرف اڑی جا رہی تھی۔ سیارہ سائز میں اب ہماری زمین جتنا ہو گیا تھا۔ اور اس کی سطح پر ک... کے پہاڑ۔ اور تودے جگہ جگہ پھیلے ہوئے دکھ... رہے تھے۔

اوٹاشا نے ریڈیو سگنل پر اپنی زبان میں ... سے باتیں شروع کر دی تھیں۔ سیارے کا کنٹرول... اب اڑن طشتری کو گائیڈ کر رہا تھا۔ اڑن طشتری... کے مشرق کی جانب زمین کے قریب ہوتی جا... تھی۔ نٹالیا کمپیوٹر سکرین پر پلکیں نیچے تک رہی... اوٹاشا جہاز کو کنٹرول کیے ہوئے تھی۔

نٹالیا نے اوٹاشا سے کہا:

"اوٹاشا! مجھے شہر کی سڑکیں ویران نظر آ رہی... عمارتوں پر بھی سناٹا ہے۔"

اوٹاشا نے جلدی سے اپنا چہرہ سامنے والی... کی طرف کیا۔ عنبر ناگ اور تھیو سانگ بھی سکرین... تکنے لگے۔ اڑن طشتری جس شہر کے اوپر سے... ہوئی برف پوش پہاڑیوں کے درمیان والے مید... طرف جا رہی تھی اس شہر کے بازاروں میں کوئی... نظر نہیں آ رہا تھا۔

اوٹاشا کچھ پریشان سی ہو کر بولی:

"نٹالیا! یہ کیا بات ہے؟"

نٹالیا بھی سوچ میں غرق تھی کہنے لگی:

"کہیں۔ شہر میں کوئی خلائی وبا تو نہیں پھیل گئی؟"

عنبر نے پوچھا

"کیا یہ شہر تمہارے ملک کا دارالحکومت ہے؟"

اوٹاشا نے کہا:

"ہمارے سیارے پر شدید سردی کی وجہ سے صرف یہی ایک شہر آباد ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہاں کی آبادی کہاں چلی گئی ہے؟"

نٹالیا نے ریڈیو ٹرانسمیٹر پر کنٹرول ٹاور سے اس معمے کے بارے میں پوچھا تو نیچے سے آواز آئی:

"یہاں ایک بیماری کا وائرس پھیل گیا تھا جس کی وجہ سے لوگ بے ہوش ہو کر مرنے لگے تھے۔ ہم نے سارے لوگوں کو زمین دوز ہسپتالوں میں بھجوا دیا ہے۔ تم بھی جب اترو گی تو تمہیں بھی ہسپتال کی ایمبولنس میں ڈال کر نیچے لے جایا جائے گا تا کہ تم لوگ بیماری کے وائرس سے محفوظ رہو۔ اوکے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"او کے ؟" نتالیا نے کہا۔
دونوں مطمئن سی ہو گئی تھیں۔ پھر اوٹاشا کی طرف دیکھا
پر فکر اور پریشانی کے اثرات تھے۔ تھیوسانگ کے چہرے
رہا۔ اب بحث کرنے اور سوچنے کا وقت بھی نہ
تھا۔ اڑن طشتری زمین کے قریب پہنچ چکی تھی۔
کی رفتار بے حد ہلکی ہو گئی تھی۔ عنبر نے دیکھا
نیچے برفانی پہاڑیوں کے بیچ میں ایک برف پو
میدان ہے جس کی ایک طرف گول نیلے گنبد
عمارت بنی ہے۔ اس پر بہت بڑا ایریل لگا
اڑن طشتری آہستہ آہستہ نیچے جا کر پیڈ پر کھڑی
گئی۔ اس کے تینوں پائے پہلے ہی سے باہر
آئے تھے۔ اوٹاشا، نتالیا، تھیوسانگ، عنبر اور ناگ
طشتری کے دروازے کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے
دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ باہر سے بے حد ٹھنڈی
یخ ہوا کا جھونکا آیا۔ اگرچہ عنبر ناگ کو سردی
لگتی تھی مگر یہ ہوا اس قدر ٹھنڈی اور برفیلی تھی
ایک بار تو عنبر اور ناگ کو بھی جھرجھری سی آ گئی
نیلے گنبد والی عمارت کی طرف سے سفید
کی گول ایمبولینس گاڑی بغیر آواز کے آئی اور اڑن ط

کے بالکل قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ ایمبولینس میں سے
کوئی آدمی باہر نہ نکلا۔ اس عرصے میں اوٹاشا، نتالیا،
عنبر ناگ اور تھیوسانگ اڑن طشتری کی سیڑھیاں اتر
کر گاڑی کے پاس آ گئے تھے۔ گاڑی کا عقبی دروازہ
اپنے آپ اوپر کو اٹھ گیا۔

یہ لوگ گاڑی کے اندر جا کر آرام دہ سیٹوں پر
بیٹھ گئے۔ عنبر ناگ نے دیکھا کہ ہر سیٹ کے ساتھ
مائیکروفون لگا تھا۔ اوپر ایک چھوٹا سا سپیکر بھی تھا۔
اس میں سے آواز آئی:

"خوش آمدید! سیارے پر وائرس کے حملے
کی وجہ سے ہم تم لوگوں کو زمین دوز ہسپتال
میں لیے جا رہے ہیں۔"

یہاں پہلی بار اوٹاشا نے عقبی شیشے میں سے اگلی
سیٹ پر بیٹھے نیلی وردی پوش ڈرائیور کو دیکھا تو اس
کا اوپر سانس اوپر ہی رہ گیا۔ اس بھیانک تبدیلی کو
نتالیا نے بھی دیکھ لیا تھا۔ دونوں پھٹی پھٹی پریشان
آنکھوں سے ایک دوسری کو تکنے لگیں۔ تھیوسانگ عنبر
اور ناگ نے بھی ان کے چہروں کی پریشانی کو محسوس
کیا۔ عنبر کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ اوٹاشا نے اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ناگ نے محسوس کیا کہ گاڑی کے انجن کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے گاڑی ہوا میں چلی جا رہی ہے۔ سڑک اتنی سخت اور ہموار تھی کہ کسی قسم کا ہلکا سا دھچکا بھی نہیں لگ رہا تھا۔ دو تین پہاڑیوں کے برفانی دروں میں سے گذرنے کے بعد ایمبولینس گاڑی ایک برفانی تودے میں بنے ہوئے دروازے میں داخل ہو گئی۔ اوٹاشا نے گھبرا کر نٹالیا کی طرف دیکھا اور اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا:

"اس برفانی تودے کے اندر تو کبھی کوئی ہسپتال نہیں تھا۔"

یہ بات ناگ عنبر اور تھیوسانگ نے بھی سُن لی۔ وہ چونک پڑے۔ نٹالیا نے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ یہ خاموش بیٹھے رہنے کا اشارہ تھا۔ برفانی تودے کے اندر ایک بہت بڑا ہال تھا۔ گاڑی اس میں سے گذرتی ہوئی ڈھلوان راستہ اترنے لگی۔ یہاں روشنی تھی۔ آگے جا کر روشنی غائب ہو گئی۔ گاڑی جیسے ایک سرنگ میں سے گذرنے لگی۔ سرنگ سے باہر نکلی تو دھیمی روشنی میں ایک جگہ کھڑی ہو گئی۔

ہونٹوں پر انگلی رکھ کر عنبر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں گاڑی میں لگے ہوئے سپیکر میں سے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے نیلی وردی والے آدمی کی آواز آئی:

"ہم تمہارے ساتھ تین اجنبی آدمیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ لوگ تمہارے ساتھ کہاں سے آ گئے ہیں؟"

اوٹاشا نے اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"یہ سیاح ہیں۔ سیارہ مریخ کے نظام شمسی سے ہمارے ساتھ یہاں سیر کرنے کو آئے ہیں۔"

آواز آئی: "اوکے — ہم ان کے ساتھ بھی اچھا سلوک کریں گے۔"

عنبر ناگ اور تھیوسانگ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہے۔ اتنا وہ سمجھ گئے تھے کہ دال میں کچھ ضرور ہے۔ اوٹاشا اور نٹالیا کے چہرے پریشان تھے۔ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ عنبر نے باہر شیشے سے جھانک کر دیکھا۔ ایمبولینس گاڑی برفانی سڑک سے گذر رہی تھی۔ دونوں جانب کوئی عمارت نہیں تھی۔ بس چھوٹی چھوٹی برفانی پہاڑیاں ہی پہاڑیاں تھیں جن پر موت ایسی دہشتناک خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اب پہلی بار اگلی سیٹ پر سے دونوں
وردی پوش آدمی اُٹھ کر باہر نکلے۔ ایمبولینس
دروازہ اپنے آپ اُٹھ گیا تھا۔ یہ دونوں
کر کھڑے ہو گئے۔ ان کے ہاتھوں میں
کی خلائی گنیں تھیں۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ
گئے کہ یہ دشمن لوگ ہیں اور انھیں قید
مار ڈالنے کے لیے وہاں لایا گیا ہے۔ اوٹاشا اد
چہرے خاموش تھے۔

سرخ وردی پوشوں کے قد لمبے اور چہر
زمین کے انسانوں ایسے تھے۔ صرف ان کے
نیلے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی کے گلے
زنجیر پڑی تھی جس میں لگا ہوا کسی روشن
لاکٹ چمک رہا تھا۔ اس نے اوٹاشا اور نٹا
طرف دیکھ کر بھاری آواز میں کہا:

"تم دونوں سمجھ چکی ہو گی کہ تمہارے سیارے
کے اس اکلوتے شہر پر ڈیگاس سیارے والا
کا قبضہ ہو چکا ہے۔ کیوں کہ تم خوب جا
ہو کہ ڈیگاس سیارے والے تمہارے دشمن ہیں
ہماری تمہاری دو خلائی جنگیں ہو چکی ہیں۔ ہم

بار ہمیں شکست ہوئی تھی۔ مگر اب ہم نے
ایک ایسا خطرناک ہتھیار ایجاد کیا کہ اس کی
لہروں نے تمہارے سیارے کی تمام مخلوق کو
موت کی نیند سلا دیا۔"

اوٹاشا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔
"کیا میرے ماں باپ مر گئے ہیں؟"

لاکٹ والا سنگدلی سے ہنسا:
"تمہارے شہر کا ایک بھی انسان زندہ نہیں
رہا اس شہر پر اب ڈیگاس کی جانب سے
میرا قبضہ ہے۔ میں یہاں کا گورنر ہوں اور
بہت جلد ہماری فوجیں یہاں پہنچنے والی ہیں۔
تمہارے ساتھ یہ تین سیاح بھی اب ہمارے
قیدی ہیں۔"

عنبر ناگ اور تھیوسانگ خاموشی سے یہ ساری گفتگو
سن رہے تھے۔

نٹالیا نے پوچھا:
"تم لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟"

لاکٹ والے گورنر نے کہا:
"تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سرخ وردی پوش گورنر نے اپنی کلائی پر بنی گھڑی
کے ڈائیل کو منہ کے قریب لا کر کہا :
" دروازہ کھولو ۔"

اس کے اتنا کہنے پر سامنے والی دیوار بغیر آواز
کے ایک طرف کو کھسک گئی ۔ پھر سرنگ کے اندر
میں سے چار اونچے لمبے سرخ لباس والے سپاہی ہا
پستول لیے آگے بڑھے ۔ انہوں نے عنبر، ناگ، تھیو
اوٹاشا اور نٹالیا کو خلائی پستول تان کر ایک نیچی چھت
والے کمرے میں بند کر دیا اور خود باہر نکل گئے ۔ ان
کے نکلتے ہی دیوار واپس اپنی جگہ پر آ گئی ۔

عنبر نے چلّا کر کہا :
" اوٹاشا ! آخر یہ سب کیا ہے ؟ تم نے ہمیں
کیوں خاموش کیے رکھا؟ میں ابھی ان لوگوں کو
تہس نہس کر کے رکھ دوں گا ۔"

اوٹاشا ٹھنڈا سانس بھر کر بولی :
" چونکہ میں جانتی ہوں کہ تمہارے ایسا کرنے سے
ہم سب کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی
اس لیے میں نے تمہیں چپ رہنے کو کہا تھا ۔"

ناگ بولا " اب ہماری زندگیاں کیا خطرے میں

نہیں ہیں ؟"

نٹالیا کہنے لگی :
" ناگ ! ہمیں سوچ سمجھ کر کوئی سکیم تیار کرنی
ہوگی ۔ تم ان لوگوں کی طاقت سے ابھی واقف
نہیں ہو ۔ یہ ڈیگاس سیارے کے رہنے والے
ہیں جو یہاں سے کھربوں میل دُور خلاء میں
سات چاندوں کے درمیان واقع ہے ۔ ان مقناطیسی
چاندوں کی وجہ سے ان لوگوں میں ایسی خفیہ
طاقت پیدا ہو گئی ہے کہ ان کے جسموں پر
نہ آگ اثر کرتی ہے ، نہ تیر تلوار اور نیزہ انہیں
ہلاک کر سکتا ہے ۔ ان پر کسی زہر کا بھی اثر
نہیں ہوتا ۔ کوئی ان کا گلا بھی نہیں دبا کر
مار سکتا ۔ یہ صرف اپنی موت ہی مرتے ہیں ۔"

تھیوسانگ نے کہا :
" آخر کوئی نہ کوئی تو ان کی کمزوری ضرور ہو
گی نٹالیا ۔ کیوں کہ چاند کی کشش رات کے
وقت ماند پڑ جاتی ہے ۔"

اوٹاشا بولی " تم نے ٹھیک کہا تھیوسانگ ۔ ایک
خلائی آدمی ہی ایسا کہہ سکتا ہے ۔ آدھی رات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے بعد اگر ان میں سے کوئی گہری نیند سو رہا ہو تو اس کا جسم موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے۔ پھر ایک بچہ بھی اگر چاہے تو ان کی گردن مروڑ کر انہیں مار سکتا ہے۔"

نٹالیا نے کہا:

"لیکن یہ لوگ رات اسی لیے نہیں سوتے بلکہ کھلی آنکھوں کے ساتھ چلتے پھرتے اور کھڑے کھڑے کسی وقت تھوڑی دیر کو سو جاتے ہیں۔ انہیں ڈر رہتا ہے کہ اگر کہیں وہ رات کو لیٹ کر سو گئے تو کوئی انہیں مار نہ ڈالے۔"

عنبر بولا: "کچھ بھی ہو ہمیں یہاں سے فرار ہونا ہو گا۔"

ناگ نے اڈلاٹا سے پوچھا:

"یہ لوگ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنے والے ہیں؟"

ناگ نے اس لیے پوچھا تھا کہ وہ ہلاک سکتا تھا۔

اڈلانٹا بولی: "یہ ہمیں ایٹمی شعاعوں کی بھٹی میں ڈال کر ہلاک کر دیں گے۔"

تھیوسانگ نے زور سے ہاتھ مار کر کہا:

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں ان لوگوں کا مقابلہ کروں گا۔"

ناگ نے نٹالیا سے سوال کیا:

"یہ بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کہاں رہتے تھے؟"

نٹالیا بولی: "ہمارا گھر شہر سے باہر ایک ایٹمی مینار کے پاس ہے۔ مگر میرے ماں باپ اب کہاں زندہ بچے ہوں گے۔"

ناگ نے کہا:

"میں تمہارے گھر جا کر ان کی خبر تو لا سکتا ہوں۔"

نٹالیا نے آہ بھر کر کہا:

"کاش! تم یہاں سے نکل سکتے۔ لیکن تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس وقت ہم انتہائی خطرناک اور تباہ کن ایٹمی لہروں کے حصار میں قید ہیں۔ ان لہروں نے اس تہہ خانے کو چاروں طرف سے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ ذرا باہر پاؤں رکھا تو ہم بھک سے اُڑ جائیں گے۔"

عنبر، تھیوسانگ اور ناگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

تھیوسانگ کہنے لگا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی توڑ نکال لیں گے۔"
عنبر نے تھیوسانگ سے کہا کہ وہ اپنی طاقت
آزما کر دیکھے۔ تھیوسانگ نے اڈاشا کے بازو
ساتھ اپنی انگلی لگا دی۔ مگر یہ دیکھ کر وہ
میں آ گیا کہ اس کی ایٹمی طاقت ختم ہو چکی
اڈاشا چھوٹی نہیں ہوئی تھی۔ اب تو عنبر اور
بھی اپنی اپنی خفیہ طاقتوں کی فکر پڑ گئی کہ کہیں
سیارے کے کیمیکل ری ایکشن نے ان کی طاقتوں
بھی تو اثر نہیں ڈالا۔ ناگ نے گہرا سانس
کیونکہ اسے یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی
وہ بھی اپنی شکل نہیں بدل سکا تھا اور
کی طاقت بھی ختم ہو گئی تھی۔ اب عنبر با
گیا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ زور سے فرش
مارا تو اسے سخت درد ہوا۔ اس نے اپنا
میں دبا لیا اور بولا:
"میں بھی کمزور انسان بن گیا ہوں۔ میری
طاقت بھی معطل ہو گئی ہے۔ اب
کیا ہو گا؟"
ان باتوں سے سب سے زیادہ مایوسی

اور ناٹیا کو ہوئی۔ کیوں کہ انہیں امید تھی کہ عنبر
ناگ اور تھیوسانگ کی خفیہ طاقتوں کی مدد سے
وہ اس مصیبت سے نجات حاصل کر لیں گی۔
اب ایسا نہیں تھا۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ عام
کمزور انسان بن چکے تھے اور ان کی زندگیاں بھی
موت کی زد میں تھیں۔

عنبر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ کمرہ زیادہ چوڑا نہیں تھا۔
ناگ نے کہا:
"عنبر! یوں ٹہلنے سے کیا ہو گا۔ کمرہ ختم ہو
جائے گا۔ بیٹھ کر سوچو؟"
عنبر ناگ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا:
"لگتا ہے ہم کسی گہری سازش کا شکار ہوئے
ہیں۔"
ناٹیا کہنے لگی:
"سازش کوئی نہیں ہے عنبر بھائی —— یہ
ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اس وقت اپنے
سیارے پر پہنچے ہیں جب یہاں ہماری دشمن
مخلوق نے قبضہ کر رکھا تھا۔"
تھیوسانگ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مگر ہمیں جلدی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔ کیوں کہ یہ لوگ کسی بھی وقت ہمیں موت کے گھاٹ اتار سکتے ہیں۔"

○

ناگ کی خطرناک مہم

تھیوسانگ اٹھ کر تہہ خانے کی دیواروں کو چیک کر دیکھنے لگا۔ اس نے دیوار کے پتھروں پر چپکے ہوئے پلاسٹر کو انگلی سے چھوا۔ تو اسے اپنے جسم میں ہلکا سا کرنٹ دوڑتا محسوس ہوا۔ اس نے پلٹ کر اوٹاشا سے کہا۔

"میرا خیال ہے ان دیواروں میں جو تابکاری مادہ ہے اس کی وجہ سے ہماری خفیہ طاقتوں پر اثر پڑا ہے۔"

اوٹاشا اور ثانیا نے بھی دیوار کو انگلی سے چھوا۔ انہیں بھی ہلکا سا کرنٹ لگا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس پلاسٹک مادے میں منفی الیکٹرون دوڑ رہے ہیں۔ اور ان ہی کی وجہ سے عنبر ناگ اور تمہاری خفیہ طاقت زائل ہو گئی ہے۔"

عنبر بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تو اس کا مطلب ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہماری غیر معمولی صلاحیتیں واپس آجائیں گی۔"
ناگ نے کہا۔

"یہ تو یہاں سے نکلنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔ پہلے یہاں سے نکلیں تو سہی۔"
نتالیا کہنے لگی۔

"تھوڑی دیر میں رات ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ دشمن مخلوق کل ہمیں موت کے گھاٹ اتار دے گی۔ ہمارے پاس صرف آج ہی کی رات باقی ہے۔"
اوٹاشا بے چینی سے ٹہلتے ہوئے بولی۔

"ہمیں راتوں رات یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے۔"
تھیو سانگ نے اوٹاشا کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا

"اوٹاشا! کیا اس برفانی گودے میں سے کوئی خفیہ راستہ باہر نہیں نکلتا؟"
ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"بھائی پہلے یہاں سے تو نکلو؟"
نتالیا کہنے لگی۔

"دشمن مخلوق نے شہر کی ساری آبادی کو کیسے ہلاک کر دیا؟"
اوٹاشا بولی۔

"وہ ایٹمی گاما شعاعوں کی مدد سے بڑی آسانی سے ہزاروں لوگوں کو موت کی نیند سلا سکتے ہیں۔"

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دیوار آہستہ سے ایک طرف کو ہٹ گئی۔ ایک نوکرانی ہاتھ میں پانی سے بھری ہوئی شیشے کی بوتل لیے اندر داخل ہوئی۔ دیوار ابھی کھلی تھی۔ یہ عورت دشمن مخلوق کی سرخ وردی والی عورت نہیں تھی۔ اوٹاشا نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور کہا۔

"تم ہماری نسل اور ہمارے شہر کی عورت ہو کیا تم ہماری مدد ———"

عورت نے اوٹاشا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر کھلی دیوار میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ باہر کوئی محافظ نہیں ہے تو اس عورت نے لباس کے اندر سے ایک نیلے رنگ چھوٹا سا پستول نکال کر اوٹاشا کو دیتے اور بولی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"میری بہن! تم اس ہتھیار کو خوب پہچانتی ہو۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس سے تم کیا مدد لے سکتی ہو۔ میں تمہاری اتنی ہی مدد کر سکتی تھی"

یہ کہہ کر نوکرانی پانی کی بوتل وہاں رکھ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

دیوار پھر اپنے آپ بند ہو گئی۔ اوٹاشا نے پستول دیکھ کر کہا۔

"یہ ایک ایسا ایٹمی ہتھیار ہے جس کی مدد سے ہم دیوار میں خفیہ سرنگ بنا سکتے ہیں"

نٹالیا نے کہا۔

"یہ عورت ہمارے شہر کی عورت ہے۔ دشمن مخلوق نے اسے یہاں کام کاج کے لیے رکھ لیا ہو گا"

تھیوسانگ پستول کو لے کر غور سے اس کا جائزہ لینے لگا، عنبر اور ناگ بھی اس کے پاس کھڑے تھے۔

کہا۔

"ہمیں جلدی سے سرنگ نکالنی شروع کر دینی چاہیے"

ناگ بولا۔

اوٹاشا نے جنوبی دیوار کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہم ادھر سے اگر سرنگ کھودیں تو ہم برفانی تودے کے جنوبی حصے کی طرف نکل جائیں گے۔ وہاں سے ہم برفانی پہاڑیوں کی جانب روپوش ہو سکتے ہیں"

عنبر بولا۔

"تو پھر کام شروع کر دینا چاہیے"

اوٹاشا ایٹمی لیزر پستول تھیوسانگ کے ہاتھ میں تھی۔ اوٹاشا نے دیوار میں ایک جگہ اشارہ کیا۔ تھیوسانگ نے اس طرف پستول کا رخ کر کے پستول کا بٹن دبا دیا۔ پستول میں سے لیزر کی ایک باریک سرخ شعاع نکل کر دیوار پر پڑی اور اس میں گہرا سوراخ ہو گیا۔ تھیوسانگ نے دیوار پر ایک گول دائرہ بنایا اور سرنگ بنانی شروع کر دی۔ پستول کی لیزر شعاع اس قدر تیز اور شدید گرم تھی کہ دیوار کا پتھر پگھل کر بہنے لگا۔ دیکھتے دیکھتے وہاں سرنگ بننے لگی۔ عنبر ناگ اوٹاشا اور نٹالیا سرنگ میں داخل ہو گئے۔ تھیوسانگ پستول کی شعاع سے سرنگ بناتا جا رہا تھا اور یہ لوگ ایک ایک قدم کر کے اس میں رینگتے چلے جا رہے تھے۔

پتھروں کی بھاری دیوار ختم ہوئی تو برفانی تودے کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیوار آگئی۔ لیزر کی شعاع کے لیے برف میں راستہ ب بے حد آسان تھا۔ چنانچہ تھوڑی ہی دیر بعد یہ ل برفانی تودے کی پچھلی جانب نکل آئے۔ سورج غرو چکا تھا اور شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیلنے لگا تھا نے ہاتھ سے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔

سب کے سب برف کی دیوار کی اوٹ میں بیٹھ ایک سرخ وردی پوش محافظ چلا آرہا تھا۔ جب وہ کے قریب گزر گیا تو اوٹاشا نے ایک طرف ہاتھ کا اشا وہ دوڑ کر برفانی تودے کے سائے سے نکل کر والی برف پوش پہاڑی کے پیچھے آگئی۔ تھیوسانگ، ناگ اور نٹالیا بھی بھاگ کر وہاں پہنچ گئے۔

اوٹاشا اور نٹالیا اس سارے علاقے سے واقف یہ ان کے اپنے شہر کی پہاڑیاں تھیں۔ رات ہونے پہلے پہلے اوٹاشا ان سب کو لے کر ایک اونچے بر پوش ٹیلے کے چھوٹے سے غار میں لے آئی۔ جمی برف شیشے کی طرح سخت تھی۔ اس پر ان لوگوں قدموں کے نشان نہیں پڑ رہے تھے۔ عنبر نے تشویش اظہار کیا کہ دشمن انہیں تلاش کرتے ہوئے وہاں پہ سکتا ہے۔ اوٹاشا نے کہا۔

"ہم اس شہر کے ارد گرد جہاں بھی جا کر چھپیں گے دشمن مخلوق وہاں پہنچ سکتی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"تو پھر فرار ہونے کا فائدہ کیا ہوا؟"

نٹالیا کہنے لگی۔

"مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ ہمارے شہر پہ کسی بیماری کے جراثیم نے حملہ نہیں کیا۔ یہ دشمن مخلوق نے ہمارے سامنے جھوٹ بولا تھا۔ کیونکہ مجھے کسی بیماری کے جراثیم کا احساس نہیں ہوا۔"

اوٹاشا نے بھی نٹالیا کی تائید کی اور کہا کہ ہمارے جسموں کی ساخت ایسی ہے کہ کسی بھی خطرناک جراثیم کی موجودگی کا ہمیں فوراً احساس ہو جاتا ہے۔ تھیوسانگ بولا۔

"تو پھر شہر کی ساری کی ساری آبادی کہاں چلی گئی ہے؟"

نٹالیا بولی۔

"ہو سکتا ہے سب کے سب اپنے اپنے گھروں میں بند کر کے بے ہوش کر دیئے گئے ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا۔
"سب سے پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ ہماری خفیہ طاقت واپس آئی ہے کہ نہیں"
اس کے ساتھ ہی عنبر نے اپنا ہاتھ زور سے ایک پتھر پر مارا۔ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ عنبر خوشی سے چلایا۔
"میری طاقت واپس آ گئی ہے"
تھیوسانگ نے انگلی عنبر سے لگا دی۔ مگر عنبر چھوٹا نہیں ہوا۔ تھیوسانگ مایوسی سے بولا۔
"میری طاقت واپس نہیں آ سکی"
ناگ نے سانس کھینچ کر چھوڑا۔ تو دوسرے ہی لمحے وہ سانپ کی شکل میں آ کر خوشی سے بولا۔
"میری طاقت بھی واپس آ گئی ہے"
نٹالیا اور اوٹاشا بھی عنبر اور ناگ کی طاقت واپس آنے پر خوش ہوئیں۔
تھیوسانگ نے کہا۔
"میری طاقت واپس نہیں آ سکی تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عنبر اور ناگ ہماری مدد کر سکتے ہیں"
اوٹاشا کہنے لگی۔
"میری سمجھ میں ابھی تک یہ بات نہیں آ سکی کہ دشمن مخلوق نے شہر پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کی آبادی کو ہلاک کیوں نہیں کیا۔ اگر واقعی آبادی کو ہلاک نہیں کیا گیا۔ تو یہ لوگ سیارہ ڈیگاس سے اپنے ساتھیوں کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں"
عنبر بولا۔
"ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ بہر حال اس سے پہلے کہ دشمن مخلوق کو ڈیگاس سیارے سے کمک ملے ہمیں ان لوگوں کو ختم کر کے سیارے پر دوبارہ قبضہ کرنا چاہیے"
تھیوسانگ نے کہا۔
"اوٹاشا! تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تم اس سیارے کی ساری ایٹمی مشینری سے واقف ہو"
اوٹاشا نے کہا۔
"ہم نے اُڑن طشتری میں سے جو نیلے گنبد والی عمارت دیکھی تھی اور جس میں کنٹرول ٹاور ہے اسی عمارت میں ایک ایٹمی پلانٹ لگا ہوا ہے۔ اس ایٹمی پلانٹ میں میگا ٹرون ری ایکٹر لگا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے۔ اگر اس ری ایکٹر کے اندر بھٹی میں رکھی ہوئی یورینیم کی دونوں سلاخوں کو آپس میں ملا دیا جائے تو اس میں میگا وائیلٹ شعاعیں نکلنا شروع ہو جائیں گی۔"

ناگ نے سوال کیا۔

"ان شعاعوں سے کیا ہوگا؟"

نتالیا نے کہا۔

"ان شعاعوں سے یہ ہوگا کہ سرخ رنگ پر پڑتے ہی اسے جلا کر راکھ کر دیں گی۔ اس خطرے کے پیش نظر ہمارے سیارے پر اس شہر میں کسی جگہ بھی سرخ رنگ کا استعمال نہیں کیا گیا۔ چونکہ اس وقت صرف ڈیگاس سیارے کی دشمن مخلوق ہی سرخ وردیوں میں ہے اس لیے ان کی تباہی یقینی ہو جائے گی۔"

ناگ اور عنبر نے امید بھری نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"مگر سوال یہ ہے کہ ایٹمی بھٹی کی ان سلاخوں کو آپس میں جوڑے گا کون؟"

اوٹاشا بولی۔

"یہ کام صرف ناگ ہی کر سکتا ہے۔ ناگ کسی چھوٹے سے سانپ کی شکل میں وہاں پہنچ کر کسی طریقے سے انسانی شکل میں واپس آ کر اس منصوبے پر عمل کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔"

عنبر اور تھیوسانگ اب ناگ کی طرف دیکھنے لگے نتالیا نے کہا۔

"ناگ بھیا! یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو۔ ہم تمہیں ہر بات سمجھا دیں گی۔ اگر تم نے یہ ہمت نہ کی تو ہماری تباہی یقینی ہے۔ ہمارے فرار کا علم ہونے کے بعد ہماری تلاش شروع ہو جائے گی۔ اور ڈیگاس کی سرخ مخلوق اپنے کمپیوٹروں کی مدد سے ہمیں ضرور گرفتار کر لے گی۔"

اوٹاشا نے بھی ناگ سے یہی فرمائش کی۔ عنبر نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔"

نتالیا نے کہا۔

"دو آدمیوں کے جانے میں خطرہ ہے۔ یہ کام صرف ناگ ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ نیلے گنبد والی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لیبارٹری تک تو یہ اپنی شکل بدل کر ہی پہنچ جائے گا۔"
ناگ بولا۔

"میرے ساتھ کسی کے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ اوٹاشا! تم مجھے بتاؤ کہ لیبارٹری میں جانے کے بعد مجھے کیا کیا احتیاط کرنی ہوگی؟"

اب اوٹاشا نے ناگ کو سب کچھ سمجھانا شروع کر دیا۔ جب ناگ کو ہر شے کا علم ہو گیا تو اوٹاشا بولی۔

"جب تک ناگ واپس نہیں آتا ہمیں اسی غار میں ہی رہنا ہوگا۔ ہم باہر نکلنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ناگ! اگر تم اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں اسی غار میں واپس آنا ہوگا۔"

نٹالیا کہنے لگی۔

"تمہیں قدم قدم پر سخت احتیاط سے کام لینا ہوگا ناگ! کیونکہ ڈیگاس کی دشمن مخلوق ایٹمی ٹیکنالوجی میں بہت ترقی یافتہ ہے۔ اگر کسی کو ذرا سا بھی شک ہو گیا تو ہم سب کی موت یقینی ہے۔ بے شک عنبر مرے گا نہیں مگر شاید قیامت تک کے لیے

مفلوج ہو کر رہ جائے۔"
ناگ نے کہا۔
"تم بے فکر رہو میں اپنے مشن میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ اب میں جاتا ہوں۔"
عنبر اور تھیوسانگ نے بھی بڑی گرم جوشی سے ناگ کو رخصت کیا۔

ناگ نے برفانی پہاڑی کے غار سے نکلتے ہی ایک بہت ہی ننھی سی چڑیا کا روپ بدلا اور نیلے گنبد والی ایٹمی لیبارٹری کی عمارت کی طرف اُڑنے لگا۔

اُسے دُور ہی سے نیلے گنبد والی عمارت نیچے نظر آنے لگی۔ وہ کافی بلندی پر جا کر گھول چکر میں پرواز کرتے ہوئے جائزہ لینے لگا۔ کہ اُسے کس مقام پر اُترنا چاہیے۔ عمارت کے باہر صحن میں کئی سرخ گاڑیاں کھڑی تھیں۔ یہ دشمن مخلوق کی گاڑیاں تھیں۔ کہیں کہیں سُرخ وردی پوش گارڈ پہرہ بھی دے رہے تھے۔ ناگ غوطہ لگا کر عمارت کے پیچھے ایک جگہ اُتر آیا۔ یہاں چاروں طرف ٹیلوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ ناگ کو وہ ساری ہدایتیں یاد تھیں۔ جو اوٹاشا نے اسے دی تھیں۔ ناگ نیلے گنبد والی عمارت کے عقب میں ایک پتھر پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عمارت کی دوسری منزل کی کھڑکی تھی۔ اسی کھڑکی کی دوسری جانب راہ داری کے آخیر میں میگا ٹرون لیباٹری کا دروازہ تھا۔ یہ ساری باتیں اوٹاشا نے ناگ کو بتائیں تھیں۔

ناگ آہستہ سے اُڑ کر کھڑکی کے چھجے پر آ کر بیٹھ گیا۔ کھڑکی بند تھی۔ ناگ اندر نہیں جا سکتا تھا۔ اس نے اوپر روشن دان کی طرف دیکھا۔ روشندان ایک سوراخ کی شکل میں تھا۔ ناگ اُڑ کر روشن دان کے سوراخ میں سے اندر چلا گیا۔

اس نے روشن دان پر اندر کی طرف سے نیچے جھانک کر دیکھا۔ نیچے ایک راہ داری تھی۔ جہاں کافی روشنی ہو رہی تھی۔ دیواروں پر سفید ٹائلیں لگی تھیں۔ وہاں کوئی سرخ وردی پوش محافظ نہیں تھا۔ ناگ نے وہیں سفید چھوٹے سانپ کی شکل بدل لی اور رینگ کر نیچے راہ داری پر آ کر سامنے کی جانب رینگنے لگا۔

وہ دیوار کے بالکل ساتھ چپٹا ہوا رینگ رہا تھا کہ اُسے اپنے پیچھے قدموں کی چاپ کی آواز آئی۔ ناگ تیزی سے رینگ کر چھت کے ساتھ آ کر چمٹ گیا۔ پیچھے سے دو سرخ پوش محافظ آ رہے تھے۔ ان کے آگے آگے سفید لباس والا سائنس دان تھا جس کے چہرے سے

ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ دشمن کا نہیں بلکہ اوٹاشا کے سیارے کا سائنسدان ہے مگر دشمن کے اشاروں پر کام کر رہا ہے۔

سفید پوش سائنس دان راہ داری کے آخیر میں لیباٹری کے دروازے میں داخل ہو گیا۔ دونوں سرخ پوش محافظ باہر کھڑے ہو کر پہرہ دینے لگے۔ ناگ کو بھی اسی لیباٹری میں جانا تھا۔ ایک تو لیباٹری کا دروازہ بند تھا۔ دوسرے دونوں سرخ پوش گارڈنز باہر کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ چھت پر رینگتا لیباٹری کے دروازے کے قریب آ کر جائزہ لینے لگا۔ دروازہ سفید دھات کا تھا اور بالکل بند تھا۔ وہاں کوئی چھوٹی سی درز یا سوراخ بھی نہیں تھا۔ ناگ کے لیے اندر جانا بظاہر ناممکن نظر آ رہا تھا۔

ناگ چھت سے چپٹا وقت کا انتظار کرنے لگا۔

ناگ کو معلوم تھا کہ اس کے ڈسنے سے بھی سرخ سپاہی ہلاک نہیں ہوں گے۔ کچھ دیر گزری ہوگی کہ ناگ نے دیکھا کہ دور راہ داری میں ایک سفید پوش سائنس دان ایک ٹرالی کو کھینچے لیے چلا آ رہا ہے۔ اس چھوٹی سی ٹرالی پر ایک سٹین لیس سٹیل کا بکس رکھا تھا۔ ناگ کے ذہن نے تیزی سے فیصلہ کیا اور چھت پر رینگتا راہ داری میں پیچھے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو گیا۔

پھر وہ دیوار پر رینگتا نیچے اتر آیا۔ جونہی ٹرالی اس کے قریب سے گزری وہ اچھل کر اس کے نیچے چمٹ گیا ناگ اتنے چھوٹے اور باریک سفید سانپ کی شکل میں تھا کہ کوئی اسے نہ دیکھ سکا۔ اب وہ دل میں دعا مانگنے کہ یہ ٹرالی لیبارٹری کے اندر ہی چلی جائے۔ کہیں ایسا نہ دوسری طرف گھوم جائے۔ شاید اس کی دعا قبول ہو تھی۔ یہ دوسرا سائنس دان ٹرالی کو لے لیبارٹری میں ہو گیا۔ ٹرالی ایک طرف دیوار کے ساتھ لگا دی گئی پہلے ہی سے ایک سائنس دان کام کر رہا تھا۔

دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے ٹرالی میں باکس کو کھول کر اس میں سے ضروری چیزیں نکالنے ناگ ان کی آوازیں نیچے ٹرالی سے چمٹا برابر سن تھا۔ وہ اوتاشا اور نتالیا کی زبان میں باتیں کر رہے ناگ نے سوچا کہ اگر وہ ان کے سامنے ظاہر ہو تو وہ ضرور اس کی اسکیم کامیاب کرانے میں اس کی کریں گے۔ کیونکہ وہ بھی سرخ دشمن سے نجات کرنا چاہتے ہوں گے۔ مگر اس میں خطرہ بھی تھا کہ کہیں لوگ پہنچ پر دشمن کے ساتھ ملے ہوئے نہ ہوں

صورت میں وہ ناگ کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اور ناگ کے مشن کو ناکام بنا سکتے تھے۔ ناگ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دونوں سائنس دان واپس جانے کے لیے دروازے کی طرف مڑے۔ ناگ نے ٹرالی کے نیچے سے گردن نکال کر دیکھا۔

سائنس دان دروازہ کھول کر باہر جا رہے تھے۔

ان کے جاتے ہی دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا۔ ناگ کے لیے قدرت نے ایک سنہری موقع مہیا کیا تھا۔ وہ ٹرالی سے نکل کر باہر آ گیا۔ اس نے ایک نگاہ کمرے پر ڈالی۔ اس کمرے میں کوئی ری ایکٹر نہیں لگا ہوا تھا۔ دیوار کے ساتھ چند کمپیوٹر ضرور لگے تھے۔ شیشے کی الماری تھی جس میں ایسا حفاظتی لباس لٹک رہا تھا جسے پہن کر سائنس دان ایٹمی ری ایکٹر کے کمرے میں داخل ہوتے ہیں تاکہ ان پر ایٹمی تابکاری کا اثر نہ ہو۔

ناگ نے دیکھا کہ سامنے ایک دروازہ تھا۔ ناگ رینگ کر اس دروازے کے پاس آیا۔ دروازے میں اوپر ایک گول شیشہ لگا تھا۔ ناگ نے جھانک کر دوسری طرف دیکھا۔ دوسرے کمرے میں ایٹمی ری ایکٹر کمرے کے درمیان میں موجود تھا۔ یہ ایک گول گنبد

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سا تھا جس کے اندر ایٹمی بھٹی تھی۔

ناگ اس سنہری موقع کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے فوراً انسانی شکل اختیار کی اور شیشے کی الماری کھول کر تابکاری سے محفوظ رکھنے والا سفید پلاسٹک کا لباس نکال کر پہن لیا۔ یہ ایک خلائی سوٹ سا تھا۔ ناگ کے چہرے کے آگے شیشے کا نقاب تھا۔ ہاتھوں میں سفید پلاسٹک کے دستانے تھے۔

وہ دروازہ کھول کر ایٹمی ری ایکٹر کے کمرے میں داخل ہوگیا۔ اس نے جھک کر ری ایکٹر کو دیکھا۔ ری ایکٹر کے بیچ میں ایک بھٹی بنی ہوئی تھی اڈاناشا کے بتانے کے مطابق وہاں یورینیم کی دو سلاخیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے لگیں تھیں ان کے درمیان فاصلہ تھا۔ اس فاصلے کو ختم کرنا تھا

عنبر کو خلا نے کھینچ لیا

بھٹی میں چاندی ایسی دھات کے دو چمٹے بنے ہوئے تھے۔

یہ روبوٹ کی طرح کام کرتے تھے۔ انہیں باہر سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔ ناگ نے اڈاناشا کے بتائے ہوئے طریقے سے باہر لگے کمپیوٹر کا ایک بٹن دبایا تو چاندی کے چمٹوں میں حرکت پیدا ہو گئی۔ دونوں چمٹے یورینیم کی سلاخوں کے اوپر جاکر رک گئے۔ ناگ نے دوسرا بٹن دبایا تو چمٹوں نے یورنیم کی سلاخوں کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔

ناگ نے تیسرا بٹن دبایا تو کمرے کے باہر خطرے کا الارم چیخ اٹھا۔ ناگ کو الارم کی دبی دبی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ وہ اپنے کام میں پوری توجہ سے لگا رہا۔ اس نے بٹن کو ایک بار پھر دبایا۔ چاندی کے چمٹے یورنیم کی سلاخوں کو پکڑے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گئے۔ ناگ کو بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دینے لگیں
محافظ تیزی سے بھاگتے ہوئے ایٹمی ری ایکٹر کی طرف
چلے آرہے تھے۔

یورینیم کی سلاخوں کے درمیان فاصلہ کم سے کم ہو
رہا تھا۔ لیبارٹری کا پہلا دروازہ دھڑاک سے کھلا اور چا
سرخ پوش محافظ لیزر گنیں لیے اندر آگئے۔ وہ ری
کی طرف لپکے۔ ناگ نے تیسری بار بٹن دبا دیا۔

یورینیم کی دونوں سلاخیں آپس میں مل گئیں۔
ان کے ملتے ہی ایک سرخ رنگ کی چنگاری سی ن
ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور ری ایکٹر کے بلبلے میں س
سرخ شعاعیں باہر کو نکلنے لگیں۔ اب سرخ وردی پو
ری ایکٹر والے کمرے میں گھس آئے تھے۔ انہو
نے ناگ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے خلائی پستول سی
کیے ہی تھے کہ ان کے لباس میں آگ لگ گئی۔ او
چھوٹے چھوٹے دھماکوں کے ساتھ وہ بھی جل کر
ہو گئے۔

ناگ فوراً سانپ کی شکل میں آگیا۔ اور باہر کی ط
لپکا۔ راہداری میں اس نے دروازے کے آگے
سرخ پوش پہرے داروں کی بھسم ہو چکی لاشیں دیکھ

میگاڈائیٹ شعاعوں نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ اور
ہر سرخ شے کو جلا کر راکھ کر رہی تھیں۔ ناگ دیوار پر
رینگتا ہوا روشن دان میں سے نیلے گنبد والی عمارت
کے باہر نکل آیا۔ زمین پر آنے سے پہلے اس نے چھوٹے
پرندے کی شکل بدلی اور عمارت کے اوپر ایک چکر لگایا۔

کنٹرول ٹاور کی اس عمارت کے صحن میں جگہ جگہ ڈیگاس
سیارے کی سرخ پوش مخلوق کی جلی ہوئی لاشیں پڑی
تھیں۔ ناگ اڑتا ہوا سیدھا عنبر تھیوسانگ کے پاس
آگیا۔ اوٹاشا اور نٹالیا اس مہم کی کامیابی پر بے حد
خوش ہوئیں۔ وہ غار سے باہر نکل آئیں اور انہوں نے
برف میں شہر کی چلنا شروع کر دیا۔

اوٹاشا اور نٹالیا شہر کے سب راستوں سے واقف
تھیں۔ شہر ابھی تک اسی طرح ویران پڑا تھا۔ کہیں
کہیں سرخ پوش سپاہیوں کی جلی ہوئی لاشوں کے ڈھانچے
نظر آرہے تھے۔ اوٹاشا نے ناگ کی بہادری کی بے
حد تعریف کی اور کہا۔ کہ اگر اس وہ جان کی بازی نہ لگاتا
تو ان کی اپنی جان نہیں بچ سکتی تھی۔

اوٹاشا سیدھی اپنے گھر میں آگئی۔
انہوں نے دیکھا کہ گھر کے سب لوگ ایک کمرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں بے ہوش پڑے تھے۔ ان کے دل حرکت کر رہے تھے۔ مگر ہوش کسی کو نہیں تھا۔ نٹالیا اپنے گھر میں وہاں بھی یہی حال تھا۔ اب انہوں نے سارے شہر کے مکانوں میں گھوم پھر کر دیکھا۔ سب جگہ یہی حال تھی کہ عورتیں، مرد اور بچے کمروں میں بے ہوش پڑے تھے۔

تھیو سانگ اور عنبر ناگ اور اوٹاشا نٹالیا سر جوڑ بیٹھ گئیں۔ اور سوچنے لگیں کہ شہر کی آبادی کو کیوں ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔

تھیو سانگ نے کہا۔

"ہمیں سب سے پہلے سرکاری محل میں جا کر دیکھنا چاہیئے کہ سرخ پوش دشمن کا کوئی آدمی بچا تو نہیں ہے؟"

سرکاری محل میں سبھی دشمن ہلاک ہو چکے تھے۔ سے وہ لیباٹری میں گئے۔ جہاں ان کی ملاقات اس سے ہوئی جس نے اوٹاشا کو ایٹمی آلہ لا کر دیا تھا۔ سب اپنے شہر کو دشمنوں سے پاک دیکھ کر بے حد خوش تھے۔ اوٹاشا نے ایٹمی پلانٹ کے چیف ڈائریکٹر ملاقات کی۔ اس نے بتایا کہ یورنیم سلاخوں کو الگ کر دیا

ہے۔ کیونکہ دشمن کا کوئی آدمی زندہ نہیں بچا۔ عنبر ناگ اور تھیو سانگ بھی وہیں موجود تھے۔ چیف نے کہا۔

"ہمیں سرخ دشمن نے اس لیے بے ہوش نہیں کیا کہ انہیں ہماری ضرورت تھی۔"

پھر اس نے اپنا خیال ظاہر کیا کہ سرخ دشمن نے ایک خاص قسم کی تیز آواز کی لہروں کی مدد سے شہر کی آبادی کو بے ہوش کیا ہے۔

"کیونکہ جس روز انہوں نے ایک خاص وِسل سے تیز آوازیں نکال کر ان کی الٹرا سونک لہروں کی شہر پر بم باری کی تھی تو اس روز ان کے کانوں کو ایک خاص ہیڈ فون کی مدد سے بند کر دیا تھا۔"

تھیو سانگ کہنے لگا۔

"کیا آپ لوگوں کے پاس کوئی ایسا آلہ نہیں کہ جس کی مدد سے آپ شہر کی آبادی کو دوبارا ہوش میں لا سکیں؟"

چیف سائنس دان نے کہا:

"شہر کی آبادی کو ہوش میں لانے کے لیے ہمیں میگا ٹرون بم کا زمین کے اندر دھماکہ کرنا پڑے گا۔ اس دھماکے سے جو لرزش کی لہریں پیدا ہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گی وہ بے ہوش انسانوں کے جسموں سے
ٹکرا کر انہیں ہوش میں لے آئیں گی مگر اس میں
ایک خطرہ ہے کہ یوکوٹی آتش فشاں پہاڑ جو صدیوں
سے برف کے پہاڑ میں دبا ہوا سویا پڑا ہے کہیں
پھٹ نہ پڑے ؟"

اوٹاشا نے کہا۔

"یہ خطرہ تو ہمیں مول لینا ہی پڑے گا۔ کیونکہ
یہ ساری شہر کی آبادی کی زندگی کا معاملہ ہے۔"

عنبر نے پوچھا کہ کسی طرح سے آتش فشاں پہاڑ
کو دھماکے کی لرزشوں سے انہیں روکا جا سکتا؟
پر چیف سائنس دان نے کہا کہ اس کے لیے ہم پوری کوشش
کریں گے۔

چنانچہ اسی روز سے میگا ٹرون بم کی تیاری شروع
کر دی گئی۔ ایک ہفتے کے اندر اندر یہ بم تیار ہو
اسے برف پوش وادی میں زمین کے اندر گہرائی میں
دفن کر کے چارج لگا دیا گیا۔ عنبر ناگ اور تھیو سانگ
لیباٹری سے دُور ایک برفانی ٹیلے پر جا کر غار میں چھپ
گئے۔ جبکہ نتالیا اور اوٹاشا لیباٹری کے خاص کمرے
میں سائنس دانوں کے پاس بیٹھی بم کے پھٹنے کا انتظار

کرنے لگیں۔

الٹی گنتی شروع ہو چکی تھی۔ جب کمپیوٹر پر گنتی صفر
پر پہنچی تو زمین کے اندر میگا ٹرون بم پھٹ گیا۔ اس کا دھماکہ
تو سنائی نہ دیا مگر زمین ایسے ہلنے لگی جیسے بھونچال آگیا
ہو۔ دو تین شدید جھٹکوں کے بعد زمین ساکت ہو گئی۔
اس کے ساتھ ہی شہر — کی طرف سے لوگوں کی خوشیوں
بھری آوازیں سنائی دینے لگیں۔

شہر کی آبادی کو ہوش آ چکا تھا۔

اوٹاشا اور نتالیا گاڑی میں سوار ہو کر اپنے گھروں
کی طرف روانہ ہو گئیں۔ دوسری طرف عنبر ناگ اور
تھیو سانگ بھی غار سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے دُور
نیچے شہر کی سڑکوں پر لوگوں کو خوشی سے اچھلتے کودتے
اور رقص کرتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے کہ تجربہ کامیاب
رہا۔

عنبر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ آتش فشاں پہاڑ نہیں
پھٹا۔"

ابھی یہ لفظ عنبر کے منہ میں ہی تھے کہ زمین ایک بار
پھر ہلنے لگی۔ ناگ عنبر اور تھیو سانگ نے ایک دوسرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"معلوم ہوتا ہے ایٹم بم کے دھماکے کا اثر باقی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ایک بھیانک دھماکہ ہوا۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ اپنی جگہوں سے دو دو فٹ اوپر کو اچھل پڑے۔ یوکاٹی کا آتش فشاں پہاڑ پھٹ چکا تھا اور اس کی چوٹی میں سے پہلے دھوئیں کے بادل بلند ہوئے پھر سرخ شعلوں کی زبانیں اوپر کو لپکنے لگیں۔ اور پھر تانبے کے رنگ ایسا پگھلا ہوا لاوا پہاڑ کی چوٹی سے نیچے کو بہنے لگا۔ اس کی گرمی سے چوٹی کی برف پگھل کر سیلاب کی شکل میں نیچے بہنے لگی۔ عنبر ناگ اور تھیوسانگ نے شہر کی طرف دیکھا۔

لوگ اپنے اپنے گھروں سے گھبرائے ہوئے نکل کر سامنے والے پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے۔ ناگ نے کہا۔

"ہمیں شہر میں چل کر لوگوں کی مدد کرنی چاہیئے۔"

تھیوسانگ نے کہا۔

"اس کی بجائے اگر ہم اس بہتے ہوئے لاوے کو روک سکیں تو بہت بڑا کام ہوگا۔"

ناگ بولا۔

"یہ کام تو عنبر بڑی خوبی سے کر سکتا ہے۔ میں شہر جا کر پریشان لوگوں کی مدد کروں گا۔ ہم اوٹاشا کے مکان پر آ کر ملیں گے۔"

یہ کہہ کر ناگ عقاب کی شکل اختیار کر کے شہر کی طرف اُڑ گیا۔

تھیوسانگ بولا۔

"ناگ نے بہت جلدی سے کام لیا ہے۔ بہرحال اب ہمیں اس لاوے کے پگھلے ہوئے طوفان کو روکنا چاہیئے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہی ہو سکتا ہے کہ بڑے بڑے پتھروں کو ایک جگہ سے کھسکا کر بہتے ہوئے لاوے کے دھارے کے آگے ڈال دیا جائے۔ پانی کا سیلاب تو زیادہ نقصان نہیں کرے گا لیکن یہ لاوا ہر شے تہس نہس کر دے گا۔"

عنبر اور تھیوسانگ ٹیلے سے اُتر کر اس طرف کو دوڑے جدھر سے لاوے کا دھارا آہستہ آہستہ نیچے بہتا آ رہا تھا۔ عنبر نے تھیوسانگ کو پیچھے ایک جگہ کھڑے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہنے کی ہدایت کی کیونکہ آگ اسے نقصان پہنچا سکتی تھی
عنبر خود آگے جاکر ایک ٹیلے پر کھڑا ہو کر ماحول کا جائزہ
لینے لگا۔ اس نے دیکھا کہ لاوے کا رخ سیدھا شہر
کی طرف تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ ایک چٹان راستے
میں کھڑی تھی۔ اس نے اندازہ لگایا کہ اگر اس چٹان کو
نیچے گرا دیا جائے تو پگھلتے ہوئے کھولتے ہوئے لاوے
کا رخ ایک گہری کھڈ کی طرف مڑ جائے گا اور کھڈ
میں چاہے سارے پہاڑ کا لاوا بہہ جائے وہ کبھی
نہیں بھرے گی۔ اور شہر تباہی سے بچ جائے گا۔

عنبر نے بلند آواز سے تھیوسانگ کو بتایا کہ وہ
چٹان اکھاڑنے جا رہا ہے۔ تھیوسانگ کانپ گیا
کیونکہ کھولتا ہوا لاوا چٹان کے قریب پہنچ رہا
تھا۔ مگر وہ عنبر کو روک نہیں سکتا تھا۔

عنبر دو تین چھلانگیں لگا کر اوپر کو اٹھی ہوئی
نکوری چٹان کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پیچھے سے
چٹان پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں ٹکائیں اور اپنی
پوری طاقت جمع کر کے ایک ہی بار جو چٹان کو
دھکا دیا تو چٹان اپنی جگہ سے آگے کو جھک گئی۔ عنبر
نے دوسری بار زور سے جھٹکا دیا تو چٹان اکھڑ کر

ایک کڑاکے کی آواز کے ساتھ لڑھکتی ہوئی کھولتے ہوئے
لاوے کے دھارے کے آگے جاکر رُک گئی۔

پگھلا ہوا لاوا کھولتا، سسکارتا، برف کو اُبلتے ہوئے
پانی میں تبدیل کرتا آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ چٹان کے
پاس آکر اس کا رخ پہاڑی کی کھڈ کی طرف مڑ گیا اور لاوا
ایک کڑکڑاہٹ کے ساتھ گہری کھڈ میں گرنا شروع ہو
گیا۔ برف کے پگھلے ہوئے پانی کا رخ بھی گہری کھڈ کی
طرف ہو گیا تھا۔ پانی کھولتے ہوئے لاوے پر گرتا
تو چھوٹے چھوٹے دھماکے بلند ہوتے اور پانی بھاپ بن
کر اُڑنے لگتا۔ کھڈ میں بھاپ کے بادل اُٹھنے لگے۔

تھیوسانگ ٹیلے پر کھڑا عنبر کو دیکھ رہا تھا۔ اس
نے واقعی لاوے کا رخ بدل کر شہر کو زبردست
تباہی سے بچا لیا تھا۔ تھیوسانگ نے عنبر کو بلند آواز
میں پکار کر کہا کہ وہ واپس آ جائے۔ کیونکہ ڈھلان مل
جانے کے بعد کھولتے ہوئے لاوے نے تیزی سے
آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ عنبر کھڈ کے کنارے کنارے
واپس آ رہا تھا کہ اچانک اس کا پاؤں ایک جگہ نرم برف
پر پھسل گیا۔

تھیوسانگ کی چیخ نکل گئی۔ کیونکہ اس کی آنکھوں کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سامنے عنبر لاوے سے بھری ہوئی گہری کھڈ میں گر پڑا
تھیوسانگ نے چیخ چیخ کر عنبر کو آوازیں دیں مگر کھولتے
ہوئے لاوے کی کڑکڑاہٹ اور شور میں کچھ سنائی نہیں
دیتا تھا۔ تھیوسانگ اپنے آپ کو بچاتا بھاگ کر کھڈ
کے قریب گیا۔ وہ خود کنارے کے پاس جاتا گھبرا
تھا۔ یہاں اس قدر سخت گرمی اور تپش تھی کہ تھیو
کا جسم جلنے لگا۔ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا۔

اب اوپر سے پگھلی ہوئی برف کا دریا نیچے بہتا آ
تھا۔ تھیوسانگ کو یہ دریا اپنے ساتھ بہا کر شہر کی
کی طرف لے گیا۔ عنبر گرتے ہی سمجھ گیا کہ اس کا انجام
ہونے والا ہے۔ نیچے کھڈ میں کھولتا ہوا لاوا چکر کھا رہا
عنبر نے ایک باہر کو نکلے ہوئے پتھر کے کونے کو پکڑنے
کی کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔ اور غڑاپ سے گرم
اُبلتے ہوئے لاوے میں گر گیا۔ عنبر نے اپنے جسم کو
کی طرح سخت کر لیا تھا۔ لاوے میں گرنے سے ا
جلن تو بالکل محسوس نہ ہوئی لیکن اسے یوں
جیسے پگھلی ہوئی موت نے اسے اپنی آغوش میں
لیا ہے اور اب وہ کبھی دوبارہ زندگی کی طرف واپس
جا سکے گا۔ وہ جیسے گرم کھولتی ہوئی دلدل میں پھنس

تھا۔ پھر بھی اس نے اپنے آپ کو زور لگا کر کھڈ کے
کنارے کی طرف کھینچا۔ یہاں پتھروں کی سیڑھیاں سی
بنی تھیں۔ جس کے اوپر ایک چھوٹا سا غار تھا۔

عنبر بڑی مشکل سے اپنے آپ کو لاوے کی دلدل میں
سے نکال کر پتھر کی سیڑھیوں تک لایا اور پھر اپنے
آپ کو غار کی طرف گھسیٹنے لگا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔
جیسے کسی نے اس کے جسم کے ساتھ کئی من وزن باندھ
دیا ہے اس کا سارا جسم زرد رنگ کے لاوے میں لتھڑا
ہوا تھا۔ باہر نکلتے ہی اس کے جسم پر لاوے کی تہہ ٹھنڈی
ہو کر جمنے لگی۔ عنبر ایک کچھوے کی طرح خود گھسیٹ کر غار
کے اندر لے گیا۔

وہ فرش پر بے دم ہو کر پڑ گیا۔ وہ لاوے کا ایک
انسانی پتلا بن گیا تھا۔ اس کے جسم کو لاوے کی موٹی
تہہ نے ڈھانپ لیا تھا۔ کھلی آنکھوں کے آگے بھی
لاوے کی تہہ تھی۔ عنبر کو خیال بھی نہیں آیا تھا کہ کبھی
اس کے ساتھ ایسا حادثہ پیش آئے گا۔ اس کا دل و
دماغ باقاعدہ کام کر رہا تھا۔ مگر وہ اپنے ہاتھ پاؤں نہیں
ہلا سکتا تھا۔ کیونکہ لاوا ٹھنڈا ہو کر سخت ہو رہا تھا۔
عنبر کے دل میں امید کی صرف ایک ہی کرن روشن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی کہ تھیوسانگ نے اسے لاوے میں گرتے دیکھ لیا تھا اور وہ اس کی مدد کو ضرور آئے گا۔ عنبر غار کے فرش پر اسی طرح بے سدھ اور بے حس ہو کر پڑا تھا جس طرح پرانے تاریخی کھنڈروں میں پتھر کے بت گرے ہوئے ہوتے ہیں۔

شہر میں برف کے پانی کا سیلاب سڑکوں پر پھر رہا تھا۔ آتش فشاں ایک بھیانک تباہی کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ اب وہ لاوا نہیں اگل رہا تھا۔ اس میں صرف دھواں اور راکھ کے بادل ہی اٹھ رہے تھے۔ یہ راکھ اوپر جا کر شہر پر بھی گر رہی تھی۔

شہر کے لوگ اپنے مکانوں اور اونچی عمارتوں کی چھتوں پر چڑھ گئے تھے۔ اوٹاشا نٹالیا اور ناگ بھی ایک بلند عمارت کی چھت پر چڑھ گئے تھے۔ اوٹاشا نٹالیا اور ناگ بھی ایک بلند عمارت کی چھت پر کھڑے شہر کے بازاروں میں سیلابی پانی کو بہتے دیکھ رہے تھے تھیوسانگ گھبرایا ہوا آیا اور انہیں عنبر کے ساتھ گزرے دردناک حادثے کی خبر دی۔

ناگ، اوٹاشا اور نٹالیا تو ششدر ہو کر رہ گئے۔ ناگ نے فوراً عقاب کی شکل اختیار کی اور فضا میں بلند ہو

اس غار کی طرف چلا جس کا پتہ تھیوسانگ نے انہیں بتایا تھا۔ جب ناگ اڑتا ہوا گہری کھڈ کے اوپر پہنچا تو یہاں اتنی شدید تپش تھی کہ اس کے پر جلنے لگے۔ ناگ نے فوراً غوطہ لگایا اور واپس چلا گیا۔ گرم لاوے کے اوپر فضا کئی فٹ تک سخت گرم تھی۔ ناگ وہاں ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہ ٹھہر سکتا تھا۔ وہ اڑتا ہوا واپس اوٹاشا اور تھیوسانگ کے پاس آگیا۔

شہر کا سیلاب ختم ہو گیا۔ مگر غار کے اوپر کی فضا ابھی تک گرم تھی اور ناگ یا تھیوسانگ وہاں نہیں جا سکتے تھے۔ ایک ہفتے کے بعد جب لاوا چاروں طرف ٹھنڈا ہو گیا تو ناگ اور تھیوسانگ اور اوٹاشا نٹالیا پہاڑی ٹیلوں میں سے گزرتے ہوئے گہرے کھڈ میں اتر گئے۔ لاوا سخت ہو کر جم چکا تھا۔ انہوں نے عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ مگر عنبر وہاں ہوتا تو انہیں ملتا۔ عنبر تو لاوے کا بت بنا غار کے اندر اوندھے منہ پڑا تھا۔

لیکن تھیوسانگ اور ناگ نے عنبر کی تلاش کا کام جاری رکھا۔ ناگ عقاب بن کر چاروں طرف چکر لگا رہا تھا۔ اسے کھڈ کی دیوار میں ایک غار کا منہ نظر آیا تو وہ غوطہ لگا کر اس کے اندر چلا گیا۔ یہاں اس کی نظر عنبر پر پڑی تو اسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لاوے کے مجسمے میں بدلا ہوا دیکھ کر سخت غم زدہ ہوا۔ اس نے انسانی شکل میں آکر اپنے ساتھیوں کو آواز دی کہ عنبر یہاں موجود ہے۔ عنبر کو لاوے میں جما ہوا پتھر بنا دیکھ کر تھیوسانگ اوٹاشا اور نٹالیا بھی سخت افسوس کرنے لگیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ناگ نے عنبر کے سینے پر جمی ہوئی لاوے کی موٹی تہہ پر ہاتھ ر... تو عنبر کا دل دھڑک رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"عنبر مرا نہیں جیسا کہ اس سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ابھی نہیں مرے گا۔ لیکن یہ زندگی موت سے بدتر ہے۔"

تھیوسانگ بولا۔

"ہمیں عنبر کو یہاں سے اٹھا کر لے جانا چاہیے۔"

انہوں نے عنبر کے بت کو اٹھایا اور اوٹاشا کے گھر کے ایک تہہ خانے میں لاکر رکھ دیا۔ اوٹاشا اور نٹالیا سائنس دان بھی تھیں اور کیمسٹری جانتی تھیں۔ انہوں نے مختلف کیمیکل تیار کر کے عنبر کے جسم پر ڈالے کہ شاید لاوا پگھل کر اتر جائے۔ مگر لاوا اتنا سخت ہو گیا ہوا تھا کہ اس پر آگ بھی اثر نہیں کر رہی تھی۔ نٹالیا نے لیزر شعاع بھی ڈال کر

دیکھ لی۔ خدا جانے اس لاوے میں اتنی سختی کہاں سے آ گئی تھی کہ ذرا سا نرم نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر یہ سب کچھ دیکھ بھی رہا تھا اور ان لوگوں کی باتیں سن بھی رہا تھا مگر وہ اپنی زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

یونہی پندرہ روز گزر گئے۔ اوٹاشا نے اپنے چیف سائنس دان سے اس حادثے کا ذکر کیا تو وہ عنبر کو دیکھنے تہہ خانے میں آیا۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ اس نوجوان کے جسم سے لاوے کی تہہ کیوں اتارنا چاہتے ہیں۔ یہ تو لاوے کے اندر مر چکا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ سائنسدان کو یہ بتانے سے کوئی فائدہ نہیں کہ عنبر لاوے کی تہہ کے نیچے زندہ ہے۔ اس نے کہا۔

"ہم اپنے ساتھی کی لاش لاوے کے نیچے سے نکالنا چاہتے ہیں۔ تاکہ اسے اپنے رسم و رواج کے مطابق دفن کر سکیں۔"

نٹالیا اور اوٹاشا نے بھی ناگ کی تائید کی چنانچہ چیف سائنس دان راضی ہو گیا۔ اس نے عنبر کے بت کو لیبارٹری کے ایک خاص کمرے میں پہنچا دیا۔ عنبر کا لاوے کا لپٹا ہوا بت ایٹمی مشین کے نیچے پڑا تھا۔ چیف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سائنس دان نے مشین کو ایک خاص زاویے پر سیٹ کر رکھا تھا۔ اس کے حساب سے مشین کے اندر سے الٹرا سونک لہروں نے قیامت خیز رفتار کے ساتھ نکل کر عنبر کے جسم سے ٹکرانا تھا۔

یہ عنبر کا آخری علاج تھا۔ چیف سائنس دان کو یقین تھا کہ الٹرا سونک لہریں لاوے کی موٹی اور سخت تہہ سے ٹکراتے ہی لاوے کو بھاپ بنا کر اڑا دیں گی اور نیچے سے عنبر کا جسم نکل آئے گا۔

ناگ، تھیو سانگ، اوٹاشا اور نٹالیا بھی اس کمرے میں موجود تھیں۔ چیف سائنس دان نے ایک بٹن دبایا۔ ایٹمی مشین آہستہ آہستہ نیچے آگئی اور عنبر کے پتھریلے بت کے اوپر ایک فٹ کی بلندی پر آکر رک گئی۔ چیف نے ایک بٹن دبا دیا۔

بٹن کے دبتے ہی مشین کے ایک سوراخ میں سے الٹرا سونک آواز کی تیز ترین لہریں نکل کر عنبر کے پتھریلے جسم سے ٹکرائیں۔ آواز کی اِن لہروں کو ابھی کا کوئی انسان نہیں سن سکتا تھا۔ عنبر کے گرد جو لاوے کی موٹی تہہ پلاسٹر کی طرح جمی ہوئی تھی اس پر آواز کی تیز لہریں پڑیں تو اس میں سے بھاپ اُٹھنے لگی۔

دیکھتے دیکھتے لاوے کی تہہ غائب ہو گئی اور نیچے سے عنبر کا جسم نکل آیا۔ عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو چیف سائنس دان پریشان ہو کر بولا۔

"یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ یہ نوجوان زندہ کیسے بچا؟"

اوٹاشا نے مسکرا کر کہا۔

"ہو سکتا ہے الٹرا سونک شعاعوں کا اثر ہو!"

ناگ اور تھیو سانگ عنبر کو سہارا دے کر اٹھانے لگے تو اچانک عنبر کا جسم اپنے آپ سٹریچر پر سے اوپر اٹھ آیا اور پھر فرش سے بلند ہو کر کمرے میں تیرنے لگا۔ چیف سائنس دان دانتوں میں انگلی دبائے اسے تکنے لگا۔ اوٹاشا وغیرہ بھی پریشان ہو گئے۔ عنبر نے کہا۔

"ناگ! مجھے اپنا جسم چڑیا کے پَر سے بھی زیادہ ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا ہے۔"

اوٹاشا نے گھبرا کر چیف سے کہا۔

"چیف! یہ کیسے ہو گیا؟"

چیف نے کہا۔

"میرا خیال ہے الٹرا سونک ریز نے تمہارے دوست

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے جسم سے اس مادّے کو بھی ضائع کر دیا ہے جو ہمارے سیارے کی کشش کو محسوس کرتا ہے۔"

ناگ اور تھیوسانگ سخت تعجب میں تھے۔ ناگ نے کہا۔

"چیف اس مادّے کو دوبارا پیدا کرنے کی کوشش کرو۔"

چیف بولا۔

"پہلے اسے نیچے اتارنا چاہیئے۔"

انہوں نے عنبر کو نیچے اتارنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ عنبر فضا میں اب چکر لگانے لگا تھا۔ اس کا جسم اُڑن طشتری کی طرح کمرے میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ اس نے کہا۔

"میرے اندر تیز رفتاری پیدا ہو رہی ہے۔"

اور اس کے ساتھ ہی عنبر کا جسم زور سے کمرے کی دیوار سے ٹکرایا۔ دیوار ایک دھماکے کے ساتھ ٹوٹ گئی اور عنبر کا جسم تیرتا ہوا باہر نکل گیا۔ ناگ گھبرا کر بولا۔

"میں اسے سنبھالتا ہوں۔"

ناگ دوڑ کر دیوار کے شگاف میں سے باہر آگیا۔

نے دیکھا کہ عنبر کا تیرتا ہوا جسم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ راہ داری کی کھلی کھڑکی میں سے باہر کھلی فضا میں نکل گیا۔ ناگ نے فوراً عقاب کی شکل اختیار کی اور اُچھل کر فضا میں بلند ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مینار کا بھوت

عنبر آسمان کی بلندیوں کی طرف اٹھتا چلا گیا۔

ناگ عقاب کی شکل میں اس کے اوپر آگیا۔ ن عقاب کی زبان میں عنبر سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ انسانی شکل میں آتا ہے تو نیچے گر پڑتا ہے۔ عنبر مرد سانپ کی زبان ہی سمجھ سکتا تھا۔ ناگ عنبر کے اڑتے ہوئے جسم پر بیٹھ گیا اور سانس کھینچ کر سانپ کے روپ میں آگیا۔ اس نے کہا۔

"عنبر! گھبراؤ نہیں۔ نیچے اترنے کی کوشش کرو۔"

عنبر بولا۔

"ناگ! میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ میرا جسم بے حد ہلکا پھلکا ہو گیا ہے اور کوئی طاقت مجھے اوپر ہی اوپر کھینچے لیے جا رہی ہے۔"

ناگ نے دیکھا کہ عنبر واقعی انتہائی برق رفتاری کے ساتھ فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا۔ نیچے شہر کی عمارتیں

چھوٹی چھوٹی نظر آنے لگی تھیں۔

پھر یہ عمارتیں دھندلی لکیروں میں بدل گئیں۔ عنبر نے کہا۔

"ناگ! تم واپس چلے جاؤ۔ کیونکہ اگر اسی رفتار سے میرا جسم فضا میں بلند ہوتا گیا تو تھوڑی دیر بعد میں خلا میں داخل ہو جاؤں گا۔ میں تو خلا میں بھی زندہ رہوں گا مگر تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ کیونکہ خلا میں دباؤ ختم ہو جاتا ہے۔"

ناگ بولا۔

"میں تمہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے چلا جاؤں عنبر؟"

عنبر نے چلا کر کہا۔

"ہم اس سے پہلے کئی بار ایک دوسرے سے بچھڑے ہیں۔ مجھے خدا کے حوالے کرو اور اپنی جان بچاؤ۔"

عنبر کا جسم شاید الٹرا سونک آواز کی تیز ترین لہروں کی رفتار سے فضا میں اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا جا رہا تھا۔ ناگ نے نیچے دیکھا تو اسے زمین گول ہوتی نظر آنے لگی۔ ناگ کا سانس بھی گھٹنے لگا۔ کیونکہ فضا میں سے آکسیجن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ختم ہوتی جا رہی تھی اور خلا قریب آ رہا تھا۔ جہاں نہ آکسیجن تھی، نہ زمین کی کشش تھی اور نہ دباؤ تھا۔ عنبر اپنے ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا تھا۔ وہ بالکل سیدھا ہوا یوں لیٹا ہوا اوپر کو اڑتا جا رہا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"ناگ! تمہیں میری قسم ہے۔ اپنی جان کی حفاظت کرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ۔ جلدی کرو۔ خلا قریب آ رہا ہے۔"

ناگ پر بے ہوشی سی چھانے لگی۔ اگر کوئی جاندار کسی ایسی جگہ بند ہو جائے جہاں سے آہستہ آہستہ آکسیجن گیس ختم ہو رہی ہو تو جاندار پر غشی چھانے لگتی ہے۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"خدا حافظ میرے دوست! تمہیں خدا کے سپرد کیا۔"

یہ کہہ کر ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور عنبر کے اڑتے ہوئے جسم سے اچھل کر سیارے کی زمین کی طرف منہ کر کے اتنی تیزی سے غوطہ لگایا کہ چند سیکنڈ میں فضا کو چیرتا ہوا بہت نیچے آ گیا۔ یہاں آکسیجن فضا میں بہت تھی۔ ناگ کی جان میں جان آئی اور اب وہ آسانی سے سانس لے سکتا تھا۔

نیچے لیبارٹری کی چھت پر اوٹاشا، نٹالیا، تھیوسانگ اور چیف سائنس دان حیران پریشان کھڑے تھے۔ ناگ نے چھت پر آتے ہی انسانی شکل بدلی اور انہیں بتایا کہ عنبر کا جسم انتہائی ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں اڑتا چلا جا رہا ہے۔ اور اب تک وہ خلا میں داخل ہو گیا ہوگا۔ چیف سائنس ہکا بکا ہو کر رہ گیا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"ہم کسی راکٹ کے ذریعے عنبر کا پیچھا کر سکتے ہیں۔"

ناگ نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اس نے اوٹاشا سے کہا۔

"اوٹاشا! کیا تم ہمیں کوئی خلائی جہاز دے کر ہماری مدد کر سکتی ہو؟ ہم عنبر کو خلا میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم اس کا تعاقب کریں گے۔"

اوٹاشا نے چیف کی طرف دیکھا۔ عنبر نے اس شہر اور شہر کے لوگوں کو کھولتے لاوے کی موت سے بچایا تھا چیف کو عنبر کی اس قربانی کا شدید احساس تھا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے حامی بھر لی۔ اوٹاشا اور نٹالیا بھی ناگ اور تھیوسانگ کے ساتھ جانا چاہتی تھیں۔ مگر ناگ نے یہ کہہ کر انہیں روک دیا کہ وہ خوامخواہ اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتی ہیں۔ ہم تو ہزاروں برس سے سفر کر رہے ہیں۔ عنبر کے ساتھ ساتھ اب ہم سفر کریں گے اور خلا میں پہنچ کر اسے اپنے جہاز میں واپس لے آئیں گے۔ وقت گزرتا جا رہا تھا۔ ناگ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر بھی انہیں خلائی جہاز میں سوار ہوتے ہوتے کافی دیر لگ گئی۔

ناگ اور تھیوسانگ نے اوٹاشا اور نٹالیا سے ہاتھ ملایا اور جہاز میں آکر بیٹھ گئے۔ تھیوسانگ نے جہاز کا کنٹرول سنبھال لیا۔ اور جہاز کے راکٹ ایک ہیبت ناک شور کے ساتھ فائر ہو گئے۔

راکٹ خلائی جہاز کو لے کر فضا میں بلند ہوتے گئے سیارے کی فضا کی آخری سرحد پہ پہنچ کر پہلے راکٹ گر پڑے۔ دوسرے راکٹوں میں سے شعلے نکلے اور خلائی جہاز کو ایک ایسا دھکا لگا جس سے وہ خلا میں داخل ہو گیا۔

ناگ اور تھیوسانگ کی نگاہیں جہاز کی سکرین پر

میں عنبر کو تلاش کر رہی تھیں۔ مگر وہ انہیں کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ تھیوسانگ نے کہا۔

"اس بھیانک خلا میں صرف عنبر ہی بغیر خلائی سوٹ کے زندہ رہ سکتا ہے۔"

ناگ مایوسانہ لہجے میں بولا۔

"مگر وہ کہاں ہے تھیوسانگ بھائی؟ کہیں ہم غلط راستے پر تو نہیں آ گئے؟"

تھیوسانگ نے کہا۔

"اس وقت ہم سیارے کے ارد گرد کے خلا میں گردش کر رہے ہیں۔ عنبر کو اسی خلا میں کسی جگہ ہونا چاہیے۔"

ناگ بولا۔

"اس کی رفتار بے حد تیز تھی تھیوسانگ! میرا خیال ہے کہ اب تک وہ اس سولر سسٹم سے نکل کر کسی دوسرے نظامِ شمسی میں پہنچ گیا ہو گا۔"

تھیوسانگ نے اپنا سر آہستہ سے جھٹکا اور بولا "یہ بڑی افسوسناک بات ہو گی ناگ۔ کیونکہ ہم اتنی تیزی سے کسی دوسرے نظام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شمسی میں اپنے جہاز کو نہیں لے جا سکتے۔" تانگ نے کہا۔

"وہ بہر حال سیارے کے گرد خلا میں ایک چکر لگا کر اس کا رُخ قریب ترین نظام شمسی کی طرف موڑ دو۔"

تھیوسانگ نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت خلائی جہاز کی رفتار روشنی کی رفتار کے قریب پہنچ چکی تھی۔

دوسری طرف عنبر فضا میں بلند ہوتا ہوتا قیامت کی رفتار کے ساتھ ایک دم خلا میں پہنچ گیا۔ خلا میں پہنچتے ہی اس کے جسم کے ساتھ جیسے ایک گرم لہر سی گزری اور پھر ہواؤں کا وہ شور ختم ہو گیا جو اس کے کانوں میں سیارے کی فضا میں رہتے ہوئے گونج رہا تھا۔ اب ایک بھیانک سناٹا عنبر کے اردگرد پھیلا ہوا تھا۔ عنبر نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں حرارت پیدا ہو رہی ہے۔ اور وہ اپنے ہاتھ پاؤں ہلا سکتا ہے۔ عنبر نے اپنی گردن ہلائی۔ اس کی گردن بھی ادھر ادھر ہل سکتی تھی۔ عنبر خلا میں لیٹا ہوا تھا۔ ذرا سے جھٹکے کے ساتھ عنبر سیدھا ہو گیا۔ اب وہ خلا میں ایک طرف کو جھک کر اتنی تیز سپیڈ سے سفر

کر رہا تھا کہ جس کا وہ زمین پر تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

کئی شہاب ثاقب کے ٹکڑے انگاروں کی طرح دہکتے بجلی کی تیزی سے اس کے قریب سے گزر گئے۔ اس وقت عنبر کو محسوس ہوا کہ اس کی رفتار خلا میں ناقابل یقین حد تک تیز ہے۔ جب شہاب ثاقب دور پیچھے خلا میں جا کر گم ہوگئے۔ تو عنبر ایک مرتبہ پھر اپنے آپ کو خلاء میں تنہا پایا۔

خلا کے ماحول نے اس کے جسم میں جیسے جان ڈال دی تھی اور وہ اپنے جسم کو عام انسانوں کی طرح ہلا جلا سکتا تھا۔ اس نے سامنے کی طرف دیکھا۔ بے شمار سیارے اور ستارے خلا میں لال زرد اور نیلے انگاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ یہ سیارے اور ستارے عنبر سے اتنی دور تھے کہ ننھے ننھے نگینوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے جس طرح ہمیں اپنی زمین سے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ آسمان میں دو طرح کے مادی اجسام ہوتے ہیں۔ ایک سیارے اور دوسرے ستارے ——— سیارے وہ کہلاتے ہیں کہ جو خود نہیں چمکتے بلکہ جنہیں کسی سورج

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی روشنی چمکاتی ہے اور جو سیر کرتے ہیں یعنی کسی نہ کسی سورج کے گرد گردش کرتے ہیں۔ اور ستارے ان اجسام کو کہتے ہیں جو سورج ہوتے ہیں اور جن میں گیسیں دہک رہی ہوتی ہیں۔ یہ خلا میں زمین کی طرح گردش کرتے ہیں۔ سورجوں کی اپنی ایک گردش ضرور ہوتی ہے مگر وہ اپنے نظامِ شمسی کو ساتھ لے کر خلا میں ایک طرف چلے جا رہے ہوتے ہیں۔ جس کا کسی سیارے کی زمین سے اتنا زیادہ تعلق نہیں ہوتا۔

اور سیارے اور ستارے ہمیں چمکتے ہوئے اس لیے نظر آتے ہیں کہ ہماری زمین کی فضا چھوٹے چھوٹے گرد و غبار کے ذروں سے بھری ہوئی ہے۔ جب ستاروں یا سیاروں کی روشنی اِس فضا میں سے گزر کر ہماری آنکھوں تک آتی ہے تو گرد کے ذرّوں سے ٹکرا کر مختلف زاویے بناتی ہے۔ اِن زاویوں کی وجہ سے ستارے ہمیں چمکتے نظر آتے ہیں۔ خلا میں چونکہ گرد کے ذرات بالکل نہیں ہوتے اس لیے وہاں ستارے چمکتے نہیں بلکہ سرخ انگاروں کی طرح ایک ہی جگہ ٹکے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں سے کوئی کرن نہیں نکلتی۔

ہماری زمین کی فضا چونکہ ستاروں اور سورج کی کرنوں سے بھر جاتی ہے اس لیے ہمیں آسمان نیلا نظر آتا ہے۔ خلا میں چونکہ اِن کرنوں سے خالی ہوتا ہے اس لیے خلا کا رنگ گہرا سیاہ ہوتا ہے۔

عنبر اسی سیاہ خلا میں بجلی کی رفتار کے ساتھ تیرتا چلا جا رہا تھا۔ اسے اب ناگ ماریا اور کیٹی کا خیال بھی آنے لگا تھا کہ نہ جانے وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔ ناگ نے اسے خلا کی طرف بے اختیار ہو کر جاتے دیکھ لیا تھا۔ مگر عنبر جانتا تھا کہ ناگ اس کے پیچھے اگر کوئی اُڑن طشتری بھی لے کر آیا۔ تو وہ اسے نہ پا سکے گا کیونکہ عنبر خلا میں کہیں کا کہیں نکل چکا تھا۔

عنبر نے اپنے آپ کو خدا کے حوالے کر دیا اور آنکھیں بند کر دیں۔ خلا میں کوئی وقت نہیں ہوتا۔ اس لیے عنبر کو کچھ احساس نہیں تھا کہ اسے خلا میں سفر کرتے کتنا وقت گزر چکا ہے۔ وقت وہاں گزرتا ہے جہاں کوئی زمین ہو اور زمین گردش بھی کر رہی ہو۔ چونکہ خلا میں کوئی جگہ نہیں ہوتی اور نہ ہی گردش ہوتی ہے اس لیے وہاں وقت نہیں ہوتا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اچانک عنبر کو کشش کی لہروں کا احساس ہوا اسے یوں لگا جیسے خلا میں کوئی طاقت اسے اپنی طرف بڑی تیزی سے کھینچ رہی ہے۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اسے خلا میں چاروں طرف چھوٹے بڑے گول ستارے اور سیارے دہکتے نظر آ رہے تھے جس کی روشنی سفید تھی وہ بہت زیادہ دہک رہے تھے جیسا کہ جب آگ زیادہ تیز ہوتی ہے تو اس کے شعلے سفید ہو جاتے ہیں۔ اس سے ذرا کم تیز ہو تو نیلے ہوتے ہیں۔ اور اس سے بھی کم تیز آگ ہو تو شعلے کا رنگ سرخ اور زرد ہوتا ہے۔ ایسے ہی کسی سیارے کا رنگ سفید تھا۔ کسی کا نیلا اور کسی کا ——— عنبر کو کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ کس سیارے کی بے پناہ کشش اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

معلوم ہوتا تھا کہ جو بھی سیارہ یا ستارہ عنبر کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے اس کی کشش بے پناہ ہے۔ کیونکہ عنبر زبردست رفتار کے ساتھ خلا میں اس گمنام سیارے کی طرف بڑھ رہا تھا عنبر دل میں یہی دعا مانگ رہا تھا کہ جو شے اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے وہ کوئی سیارہ ہو، ستارہ نہ ہو۔ کیونکہ ستارہ سورج ہوتا ہے اور خلا میں کسی سورج کے ساتھ ٹکرانے کا مطلب تھا۔ کہ عنبر گیس بن کر اڑ جائے۔

اب عنبر دو تین سیاروں کے قریب سے گولی کی طرح گزر گیا۔ خلا میں ہوا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ تھی کہ اتنی زبردست سپیڈ کے باوجود اپنی آنکھیں کھول کر دیکھ سکتا تھا۔ مگر بے پناہ رفتار اور کشش کی وجہ سے عنبر کے وزن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا وزن اتنا بڑھ گیا کہ اب وہ اپنی پلکیں جھپک نہیں سکتا تھا۔ اس کی پلکیں من من بھاری ہو گئی تھیں۔

خلا میں چھوڑی ہوئی گولی کی طرح اس کا جسم تیرتا چلا جا رہا تھا۔ اب اسے دور ایک بہت بڑی زمین دکھائی دی۔ جس کا رنگ سیاہ تھا۔ اس پر برائے نام دھیمی سی روشنی تھی۔ یہ ہی وہ سیارہ تھا جو عنبر کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ کسی سورج کی طرف نہیں جا رہا۔ اب عنبر کو خطرہ تھا کہ اگر اسی رفتار سے وہ سیارے کی زمین سے ٹکرایا تو اس کے پرزے اڑ جائیں گے۔ مگر وہ مجبور تھا۔ بے بس تھا۔ سیارے کی کشش کی لہروں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے رحم و کرم پر تھا۔

جونہی عنبر سیارے کی فضا میں داخل ہوا کسی ز[illegible]
طاقت نے اسے اچھال کر نیچے پھینک دیا۔ عنبر نے [illegible]
دم محسوس کیا کہ سیارے کی کشش میں وہ شد[illegible]
نہیں رہی۔ اس کی پلکوں کا وزن بھی گھٹ کر نا[illegible]
ہو گیا۔ وہ پلکیں اوپر نیچے کر سکتا تھا۔ وہ ای[illegible]
نارمل رفتار کے ساتھ سیارے کی زمین پر ا[illegible]
رہا تھا۔ جس طرح ایک آدمی پیرا شوٹ سے نیچے ا[illegible]
رہا ہو۔

عنبر سمجھ گیا کہ اس سیارے کے گرد جو فضا
پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی انتہائی جاذب او[illegible]
طاقتور مادہ گردش کر رہا ہے اور یہ اسی مادّ[illegible]
کی خوفناک کشش تھی جو اسے اپنی طرف طوفانی ت[illegible]
سے کھینچ رہی تھی۔ عنبر سیارے کی فضا میں دا[illegible]
ہو چکا تھا۔ پھر اس کی رفتار کچھ تیز ہو گئی۔ اب [illegible]
اتر نہیں رہا تھا۔ بلکہ سیارے پر جیسے گر رہا تھا
عنبر فضا میں جیسے قلابازیاں کھانے لگا۔ یہ اس بار[illegible]
کی کشش کی وجہ سے تھا۔ اس سیارے کا رنگ ا[illegible]
بھورا بھورا ہو گیا تھا۔ کہیں کہیں عنبر کو سیار[illegible]

پر درختوں اور پانی کی جھلک بھی دکھائی دی۔

پھر وہ بادل کے ایک گولے میں آگیا۔ بادلوں سے
نکلا تو قلابازیاں کھاتا ایک زور دار آواز کے ساتھ
پانی میں گر پڑا۔ عنبر اتنی تیزی سے گرا تھا کہ پانی کے
اندر گرتا ہی چلا گیا اس کے پاؤں پانی کے اندر زمین سے
ٹکرائے تو وہ اسی طاقت سے اوپر کو اچھلا اور پانی میں
سے گزرتا سطح پر آگیا۔

عنبر نے تیرتے ہوئے آنکھیں کھول کر غور سے ماحول کا
جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان کا رنگ بھورا بھورا
ہے۔ دور دور نیلے، سفید اور سرخ رنگ کے سیارے
اور ستارے روشن ہیں۔ ایک طرف دور سورج بھی
ہے جس کی تیز روشنی سیارے پر پڑ رہی ہے۔ عنبر
ایک بہت بڑی جھیل میں تیر رہا تھا۔ اس جھیل کی چاروں
طرف بھوری بھوری پہاڑیاں تھیں۔ ان پہاڑیوں پر زرد
اور سرخ رنگ کے درخت کھڑے تھے۔ جھیل کے
پانی کا رنگ ہلکا نیلا تھا۔ ہوا میں آکسیجن کی کافی مقدار
موجود تھی۔ یہی وجہ تھی کہ عنبر کو سانس لینے میں
ذرا سی بھی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

عنبر تیرتے ہوئے جھیل سے باہر نکل آیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موسم نہ ٹھنڈا تھا نہ گرم تھا۔ جھیل کے کنارے بھی وہی زرد اور سرخ پتوں والے گھنے درخت اُگے ہوئے تھے۔ مگر یہاں کوئی پرندہ نہیں بول رہا تھا۔ ایک ایسا سناٹا چھایا تھا جیسے وہ قبرستان میں آ گیا ہو۔ عنبر کے کپڑے خشک ہوتے جا رہے تھے۔ عنبر درختوں میں دو پہاڑیوں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔

زمین کا رنگ بھورا تھا اور خشک پتے جگہ جگہ پڑے تھے۔ اس کے پاؤں میں آ کر بجتے آواز بھی کرتے۔ عنبر تھوڑی تھوڑی دیر بعد رُک کر دائیں بائیں دیکھ لیتا تھا کہ کہیں کوئی آدم یا آدم زاد بھی ہے کہ نہیں۔ لیکن ابھی تک اسے کوئی مخلوق نہیں ملی تھی۔ چلتے چلتے عنبر پہاڑیوں کے جنگل میں ایک ایسی جگہ پر آگیا جہاں پرلی طرف سے جھیل کا پانی کنارا کاٹ کر ایک چھوٹی سی ندی کی شکل میں اندر آ گیا تھا۔ عنبر کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اس سیارے پر آتے ہی اس کا وزن نارمل ہو گیا تھا۔ اور اب وہ اتنا ہلکا نہیں تھا کہ ہوا میں تیرنے لگتا۔ ندی پہاڑیوں کے قریب سے ہو کر جنگل میں گزرتی

ہوئے ایک چھوٹے سے ٹیلے کو کاٹ کر آگے گھنے درختوں میں چھپے ہوئے ایک عجیب و غریب مکان کی طرف نکل گئی تھی۔ عنبر ایک جگہ کھڑا مکان کو دیکھنے لگا۔ یہ مکان ہماری دنیا کے مکانوں کی طرح نہیں تھا۔ وہ ایک مینار کی طرح تھا۔ جس کی تین منزلیں تھیں۔ مینار کی آخری منزل درختوں سے بھی اوپر چلی گئی تھی۔

اس مینار کا رنگ بھی بھورا تھا۔

عنبر چلتا ہوا مینار کے قریب آگیا۔ مینار اِن ہی پہاڑوں کے بھورے پتھروں کے بڑے بڑے بلاک کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ پہلی منزل میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ دوسری اور تیسری منزلوں پر صرف ایک چھوٹی سی تکونی کھڑکی نظر آ رہی تھی۔ یہ دونوں کھڑکیاں بند تھیں۔ ابھی تک عنبر کو اس سیارے کی کوئی مخلوق دکھائی نہ دی تھی۔ اگرچہ سیارے کی فضا میں آکسیجن بھاری تعداد میں موجود تھی۔ لیکن معلوم نہیں تھا کہ یہاں کی مخلوق کس قسم کی ہو گی۔ ایک بار تو عنبر کو خیال آیا کہ یہ سارے کا سارا سیارہ ویران ہے۔ لیکن اس مینار کو دیکھ کر امید پیدا ہوئی تھی کہ شاید یہاں کوئی مخلوق آباد ہو گی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

مینار کی گول دیوار کے پتھر پرانے اور بھربھرے ہو رہے تھے۔ ایک پتھر پر کسی عجیب و غریب زبان میں کوئی تحریر لکھی تھی۔ عنبر ناگ ماریا چونکہ ہر قسم کی تحریر پڑھ لیتے تھے مگر اس تحریر کو پڑھنے میں عنبر کو دِقت پیش آرہی تھی۔ کیونکہ یہ بے ربط تھی اور اس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا تھا۔ پتھر پر لکھا تھا۔

"وہ یہاں تھا۔ رات۔ اس کی ہڈیاں۔ اب نہیں آئے گا۔ رات۔ خبردار بھاگ جاؤ —"

عنبر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس تحریر سے مطلب کیا نکلتا تھا۔ کسی نے لکھ کر بتایا تھا کہ یہاں کوئی آیا تھا۔ پھر اس کی ہڈیاں کہاں گئیں؟ اس کے بعد بتایا تھا کہ اب وہ نہیں آئے گا۔ آخر میں خبردار کیا گیا تھا کہ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ان سب میں ایک بات مشترک تھی کہ یہ سب کچھ رات کو ہوا۔ مگر وہ آنے والا کون تھا؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس سیارے پر کسی دوسرے سیارے کی کوئی مخلوق آئی ہو؟ عنبر اس تحریر کو پڑھ

کر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ عنبر نے مینار کے گرد ایک چکر لگایا۔ آس پاس ویرانی چھائی تھی۔ کالی کالی چٹانیں اور بھورے اور زرد درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ عنبر مینار سے ہٹ کر کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جیسے شام ہو گئی۔ پھر رات اچانک پڑ گئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اتنے میں جنوب کی طرف سے ایک چاند نکل آیا۔ یہ چاند آدھا زرد اور آدھا سرخ تھا۔ اور جہاں سے نکلا تھا وہیں رُک گیا تھا۔

اس کی پھیکی پھیکی روشنی میں درختوں پر پہلے تو سکتہ سا طاری ہو گیا۔ یعنی جو پتے ہلکی ہلکی ہوا میں ہل رہے تھے وہ ساکت ہو گئے۔ عنبر نے اس تبدیلی کو خاص طور پر محسوس کیا۔ اس کے بعد عنبر نے کیا دیکھا کہ درختوں نے ایک ساتھ آگے کو جھکنا شروع کر دیا۔ عنبر اُٹھ کر ایک طرف ہٹ گیا۔ کیونکہ جس درخت کے نیچے وہ بیٹھا تھا وہ بھی آگے کو جُھک رہا تھا۔ عنبر مینار کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ ڈھلان پر ندی کے کنارے جتنے اونچے اونچے درخت اُگے تھے سب کے سب جھکتے جھکتے زمین کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھ لگ گئے۔

عنبر نے اس قسم کا منظر شاید ہی پہلے کبھی دیکھا ہو۔ درخت جو ایک منٹ پہلے بالکل سیدھے کھڑے تھے اب زمین کے ساتھ لگ گئے ہوئے تھے۔ عنبر کو چند سکینڈ کے بعد ایسی آوازیں آنے لگیں۔ جیسے بہت سے سوئے ہوئے لوگ آہستہ آہستہ خراٹے لے رہے ہوں۔ عنبر ایک درخت کے قریب گیا۔ اس نے جھک کر سنا۔ وہ درخت آہستہ آہستہ خراٹے لے رہا تھا۔

تو کیا یہ درخت سو رہے ہیں؟

عنبر نے بے اختیار ہو کر خود سے سوال کیا۔ سارے درخت خراٹے لے رہے ہیں۔ عنبر اِن درختوں کے پیچھے آگیا۔ یہاں اِسے ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی درد سے کراہ رہا ہو۔ عنبر نے کان لگا دیئے۔ یہ آواز انسانی آواز سے مختلف تھی۔ یہ کسی جانور کی آواز بھی نہیں تھی۔ عجیب سی باریک اور منمنی آواز تھی۔ مگر اس آواز میں درد تھا۔ عنبر جھک کر لیٹے ہوئے درختوں کو دیکھنے لگا۔ اس کو محسوس ہوا کہ یہ آواز ایک درخت کے تنے میں سے آ رہی تھی۔

عنبر نے غور سے دیکھا تو اُسے سرخ اور زرد رنگ

کی ایک سانپ کی طرح کی چھپکلی نظر آئی جس نے لیٹے ہوئے درخت کی ایک ٹہنی کو جکڑ رکھا تھا۔ اور دانتوں سے اُسے کاٹ رہی تھی۔ عنبر نے چھپکلی کو اپنے پاؤں سے کچل کر ہلاک کر دیا۔ درخت کے کراہنے کی باریک آواز بند ہو گئی۔

پھر درخت نے اپنی پتلی منمنی عجیب سی آواز میں اپنی زبان میں کہا۔

"تم نے زہریلی چھپکلی سے میری جان بچائی۔ تمہارا شکریہ۔ مگر تم کون ہو؟ یہاں کیسے آگئے؟ کیا تم میری زبان سمجھ رہے ہو؟"

عنبر نے آہستہ سے جواب دیا۔

"ہاں میرے درخت بھائی۔ میں تمہاری زبان سمجھ رہا ہوں۔"

درخت نے کہا۔

"میں حیران ہوں کہ تم ہماری زبان کیسے سمجھ لیتے ہو؟"

عنبر نے کہا۔

"اس ساری کائنات میں خدا نے جو چیز بھی اپنی حکمت سے پیدا کی ہے اس میں ایک ہی روح

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

موجود ہے اگر کسی کو اس کا علم ہو جائے تو درخت پتھر، ریت، پانی، ستارہ، چاند، پہاڑ اور چٹان ان سب کی بولی سمجھ سکتا ہے۔"

درخت نے کہا۔

"تم مجھے کوئی بڑے گیانی دھیانی اور پہنچے ہوئے بزرگ معلوم ہوتے ہو۔"

عنبر نے جواب دیا۔

"میں ایسا نہیں ہوں۔ محض ایک انسان ہوں اور یہاں سے خدا جانے کتنی دور کائنات میں ایک نظامِ شمسی ہے اس کے ایک سیارے کی زمین کا رہنے والا ہوں۔ اور میرا نام عنبر ہے۔ میں ایک عجیب اتفاق سے یہاں پہنچ گیا ہوں۔ مگر میرے دوست تم مجھے یہ بتاؤ کہ یہ کیسا سیارہ ہے کہ جہاں درخت رات کو سو جاتے ہیں؟"

درخت بولا۔

"عنبر اس سیارے کا نام زنوب ہے۔ یہاں کبھی کوئی زندہ مخلوق یا تمہاری زمین کا کوئی انسان نہیں آیا۔ اگر آ جائے تو وہ زندہ نہیں بچتا۔

کیونکہ یہاں آدھی رات کے بعد ایک ایسی زہریلی ہوا چلتی ہے جو درختوں اور پیڑ سے مکوڑوں کو تو کچھ نہیں کہتی۔ لیکن اگر کوئی آدمی موجود ہو تو اُسے فوراً ہلاک کر ڈالتی ہے۔"

عنبر نے اب درخت سے مینار پہ کسی ہڈیوں کا ذکر کیا اور کہا۔ کہ وہ کون سا انسان تھا جو اس سیارے پہ آیا اور اس کی ہڈیاں باقی رہ گئیں؟

درخت نے کہا۔

"اس منحوس مینار کا پھر ذکر مت کرنا۔ اس سے دور رہنا۔ عرصہ ہوا کسی سیارے کا ایک شخص بھٹک کر اس سیارے پر آ گیا تھا۔ آدھی رات کو جب زہریلی ہوا چلی تو وہ کسی طرح بھاگ کر منحوس مینار میں جا کر چھپ گیا۔ مینار کے اندر زہریلی ہوا نہیں پہنچ سکتی تھی۔ وہ زہریلی گیس سے بچ گیا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"پھر وہ مرا کس طرح؟"

درخت بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ ایک راز ہے۔ جو میں نہیں بتا سکتا۔ تم چونکہ میرے دوست ہو۔ اور تم نے میری جان بچائی ہے اس لیے میں تمہاری مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر میں زہریلی ہوا چلنے والی ہے۔ تم ایسا کرو کہ میری ٹہنی سے کچھ پتے توڑ کر انہیں چبا کر کھا جاؤ۔ اس سے تم پر زہریلی ہوا کا اثر نہیں ہوگا۔"

عنبر نے سوچا کہ درخت کی بات مان لینی چاہیے۔ اس نے درخت کی ٹہنی سے پتے توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور ذرا رک کر پوچھا۔

"میرے دوست! پتے توڑنے سے تمہیں تکلیف تو نہیں ہوگی؟"

درخت نے کہا۔

"اگر تمہارے جسم سے کوئی بال کھینچ کر توڑے تو جس طرح تمہیں تکلیف ہوتی ہے اسی طرح پھول توڑنے اور درخت کے پتے توڑنے سے بھی درخت کو تکلیف ہوتی ہے مگر تم میرے دوست ہو۔ تم میری ٹہنی پر سے پتے توڑ لو۔ میں اپنا سانس روک لوں گا۔"

عنبر نے جلدی سے تین پتے توڑ لیے۔ اگرچہ درخت نے اپنا سانس روک رکھا تھا۔ پھر بھی عنبر کو ایسی آواز سنائی دی جیسے درخت کو تکلیف ہوئی ہو۔ عنبر وہ پتے منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔ پتوں کا ذائقہ الائچی کی طرح کا تھا۔ عنبر انہیں چبا کر نگل گیا۔

درخت نے کہا۔

"میرے دوست! اب میرے پاس خاموشی سے لیٹ جاؤ۔ کیونکہ زہریلی ہوا چلنے ہی والی ہے۔"

عنبر درخت کے کہنے کے مطابق اس کے تنے کے پاس ہی لیٹ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے محسوس کیا۔ کہ فضا گرم ہو گئی ہے۔ پھر اس نے فضا میں نمی محسوس کی۔ اور اسے چھینک آ گئی۔ درخت نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"تمہیں زہریلی ہوا کا اثر محسوس تو نہیں ہو رہا؟"

عنبر بولا۔

"صرف چھینک آئی ہے۔ باقی سب خیریت ہے کوئی چکر بھی نہیں آ رہا۔"

درخت بولا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پھر ٹھیک ہے۔ آنکھیں بند کر کے لیٹے رہو اور زیادہ زور سے سانس مت لینا۔"

عنبر نے ایسا ہی کیا۔ وہ ہلکے ہلکے سانس لینے لگا۔ فضا میں ایسی بُو رچنے لگی جیسے کسی نے گندھک کے تیزاب کا ڈرم کھول دیا ہو۔ زہریلی ہوا چلنے لگی تھی۔ دیو اسی طرح لیٹے خراٹے لے رہے تھے۔ ان پر زہریلی ہوا کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ فضا میں ناگوار بُو بڑھ گئی تھی۔ عنبر کا سانس جلنے لگا۔ مگر اس نے درخت کی ہدایت کے مطابق اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ ویسے بھی وہ مر نہیں سکتا تھا۔ مگر اِسے خطرہ تھا کہ کہیں اس زہر کا اس پر کوئی الٹا اثر نہ ہو جائے۔ ہوا تیز ہو گئی۔ اس کی سیٹی بجاتی لہریں درختوں کے اوپر سے ہو کر گزر رہی تھیں۔ کچھ دیر تک زہریلی ہوا چلتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ ہوا کی سیٹیاں بند ہو گئیں۔ اور چاروں طرف پہلے ایسی خاموشی چھا گئی۔

درخت نے عنبر سے کہا کہ وہ آنکھیں کھول لے۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ زرد اور سرخ چاند زہریلی ہوا کے بند ہو جانے کے بعد نیچے چلا گیا تھا۔ درخت نے عنبر کی خیریت پوچھی۔ عنبر نے کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔"

درخت بولا۔

"اس کی ضرورت نہیں دوست۔"

عنبر نے سوال کیا۔

"اب مجھے یہ بتاؤ کہ میں اس سیارے سے واپس اپنی زمین پر کیسے جا سکتا ہوں؟"

درخت کچھ دیر خاموش رہ کر بولا۔

"عنبر! میں تمہیں کیا بتا سکتا ہوں۔ یہاں کہیں کوئی مخلوق آباد نہیں ہے جو تمہاری مدد کر سکتی۔ میں تمہیں زہریلی ہوا سے بچا سکتا تھا۔ سو میں نے تمہیں بچا لیا۔ مجھے بے حد افسوس ہے کہ اس سلسلے میں، میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ بتاؤ کہ یہ مینار یہاں کس نے بنایا ہے؟ ضرور کوئی مخلوق یہاں آئی ہو گی۔ جس نے بڑے بڑے پتھر جوڑ کر اس مینار کی تعمیر کی اور پھر اس پر تحریر بھی لکھی۔ یہ مخلوق اب کہاں ہے؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

درخت نے آہستہ سے کہا۔
"عنبر! میرے دوست! مجھ سے وہ بات مت پوچھو جس کا میں تمہیں جواب نہ دے سکوں۔ یہ ایسا راز ہے جس کے بارے میں اگر میں نے زبان کھولی تو میرے جسم کو آگ لگ جائے گی۔"

عنبر چپ ہوگیا۔ پھر بولا۔
"کیا اس منحوس مینار کے بارے میں مجھے کوئی بھی نہیں بتا سکتا؟"

"نہیں عنبر" درخت نے کہا۔ "ہم درختوں میں سے کوئی زبان نہیں کھول سکتا۔ مگر میں تمہیں اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمارا ایک بہت بزرگ درخت ہے جس کو ہم سب درخت بابا کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ ہزاروں برس پرانا درخت ہے۔ اور اتنا بوڑھا اور گھنا ہوگیا ہے کہ اب رات کو اسے لیٹ کر سونے کی حاجت نہیں ہے۔ اس کے بہت بڑے تنے میں سیڑھیاں جاتی ہیں۔ اس درخت بابا کے پاس جا کر میرا سلام کہو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں اس

ٹوکس لیساریے سے فرار ہونے کے متعلق کچھ مشورہ دے سکے۔"

عنبر کے لیے اتنا سہارا ہی بہت تھا۔ اس نے درخت کا شکریہ ادا کیا۔ اور بزرگ درخت کا پتہ پوچھ کر اس طرف روانہ ہوگیا۔

یہ درخت وہاں سے کچھ دور ندی سے ہٹ کر ایک ٹیلے کے پاس کھڑا تھا۔ یہ اتنا بڑا درخت تھا کہ اس کی ٹہنیوں میں سے درخت کی جھاڑیاں ڈاڑھیوں کی طرح لٹک کر زمین میں اتر کر جڑ پکڑ چکی تھیں۔ اور درخت کے نیچے جگہ جگہ ستون سے بن گئے تھے۔ درخت کا تنا بھی بہت بڑا تھا۔ اس تنے میں ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے سے نیچے درخت کی جڑوں کی سیڑھیاں بن گئی تھیں۔

عنبر سیڑھیاں اتر کر درخت کے اندر چلا گیا۔ درخت کے اندر بھی جگہ جگہ جڑیں جڑیں پھیلی ہوئی تھیں۔ تنے کی دیواروں کے ساتھ بھی موٹے موٹے رسوں کی طرح کی جڑیں پیوست تھیں۔ عنبر درخت کے اندر جڑوں پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے درخت کی زبان میں آواز میں کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"درخت بابا! میرا نام عنبر ہے۔ میں غلطی سے
اس سیارے پر آ گیا ہوں۔ کیا تم یہاں سے
فرار ہونے میں میری مدد کر سکتے ہو؟"

ایک پل کے لیے خاموشی چھائی رہی ۔ پھر ایسی آواز
سنائی دی جیسے خاموش جنگل میں اچانک ہوا چلنے
لگی ہو۔ یہ بوڑھے درخت کی آواز تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ کیونکہ تم ہماری زبان
بول لیتے ہو۔ ورنہ تمہاری دنیا کے انسان تو
ایک دوسرے کی زبان نہیں جانتے۔"

عنبر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے چھوٹے درخت کا
سلام پہنچایا اور اپنے سوال کو ایک بار پھر دہرایا۔ بوڑھا
درخت کہنے لگا۔

"عنبر! تم یہاں سے کسی اُڑن طشتری کے
ذریعے ہی پرواز کر کے واپس جا سکتے ہو۔
لیکن ایسا ممکن نہیں ہے۔"

عنبر نے اچانک پوچھ لیا۔

"بابا! منحوس مینار کا راز کیا ہے؟"

عنبر کو ایسے محسوس ہوا جیسے درخت آہستہ
ہلنے لگا ہو۔ پھر بوڑھے درخت کی کچھ گھبرائی ہوئی

آواز بلند ہوئی۔

"نہیں یہ سوال مجھ سے نہیں کرنا چاہیے تھا۔
کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ وہ راز ہے کہ اگر میں
نے اسے کھول دیا تو مجھے آگ لگ جائے گی۔"

عنبر نے معذرت کی اور کہا۔

"درخت بابا! مجھے معاف کر دیں۔ آئندہ
میں یہ سوال نہیں کروں گا۔"

اسی وقت عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا۔ کہ وہ اس
منحوس مینار کے پُراسرار معمے کو خود ہی حل کرنے
کی کوشش کرے گا۔ عنبر کچھ دیر بزرگ درخت کے
... کے اندر بیٹھا اس سے باتیں کرتا رہا۔ پھر باہر
... کی بھوری بھوری روشنی پھیلی تو وہ درخت
... اجازت لے کر باہر آگیا۔ اس نے دیکھا کہ آسمان
... سورج کہیں نہیں تھا۔ ہر طرف بھورے رنگ کے
... گھرے بادل چھا رہے تھے۔ اس نے دائیں
... نگاہ ڈالی تو دور وہ سارے کے سارے
... جو رات کے وقت لیٹ گئے تھے۔ اب اُٹھ
... ہوئے تھے
... نگران درختوں کے اوپر سے ہو کر منحوس مینار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے پیچھے آگیا۔ اس نے اس کے بڑے پتھر پر لکھی ہوئی پُراسرار تحریر کو ایک بار پھر پڑھا۔ اب بھی وہ اس کا کوئی نتیجہ نہ نکال سکا۔ عنبر وہاں سے ہٹ آیا اور ٹیلے کے درّوں میں سے ہوتا ہوا ندی کے ساتھ ساتھ جھیل کے کنارے آکر ٹہلنے لگا۔ اسی جھیل میں وہ خلاء سے اُترتا ہوا گرا تھا۔ جھیل کا پانی خاموش تھا۔ کہیں کوئی لہر پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ اچانک بادلوں میں بجلی چمکی۔ گرج پیدا ہوئی اور بارش شروع ہو گئی۔ بارش ایک دم سے موسلا دھار ہونے لگی تھی۔ عنبر بھاگ کر ایک گھنے درخت کے نیچے آگیا۔ وہ درخت کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اس پر بارش کے ہلکے ہلکے قطرے گر رہے تھے۔ دیر تک بارش ہوتی رہی۔ پھر جب رُکی تو عنبر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ زمین نے سارے کا سارا بارش کا پانی اپنے اندر جذب کر لیا تھا۔ جھیل کی سطح بھی دوبارہ ساکن ہو گئی تھی۔

سخت بوریت کے ساتھ عنبر وہاں بیٹھا رہا۔ وہ کہاں جاتا؟ وہ رات کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ منحوس مینار کے کتبے پر رات کا لفظ دوبارہ لکھا

تھا۔ یعنی عنبر رات ہی کو وہاں جا کر اس معمے کو حل کرنے کی کوشش شروع کرنا چاہتا تھا۔

آخر شام ہوئی اور ایک دم سے رات کا اندھیرا چھا گیا۔ عنبر اپنی جگہ سے اُٹھا اور پُراسرار مینار سے چند قدم کے فاصلے پر آکر ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس نے یہی فیصلہ کیا تھا۔ کہ ذرا رات اور گہری ہو جائے تو وہ اندھیرے میں مینار کی دوسری منزل کی کھڑکی میں سے اندر داخل ہو جائے گا۔ وہ بند کھڑکی کے پٹ کو بڑی آسانی سے توڑ سکتا تھا۔

جب اس کے اندازے کے مطابق اندھیرا گہرا ہو گیا تو عنبر چٹان کی اوٹ سے باہر نکل آیا اور پھونک پھونک کر قدم رکھتا پُراسرار مینار کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلا ہوگا کہ اچانک زمین ہلنے لگی۔ عنبر جلدی سے بیٹھ گیا۔ شاید بھونچال آگیا تھا۔ مگر تھوڑی ہی دیر بعد ایسی آواز آئی جیسے کوئی پہاڑ پھٹ گیا ہو۔ زمین ایک بار دھچکا کھا کر ساکت ہو گئی۔ عنبر بھاگ کر چٹان کی اوٹ میں چھپ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ دُور ایک ٹیلے میں شگاف

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیدا ہو گیا ہے اور اس میں سے سبز رنگ کی تیز روشنی باہر آ رہی ہے عنبر ٹکٹکی باندھے اس روشنی کے دائرے کو تکنے لگا ۔ اِسے اس روشنی میں سے ایک عجیب سی شے باہر نکلتی نظر آئی ۔

یہ پُر اسرار ہیبت ناک شے کیا تھی جو پہاڑ کے پھٹ جانے کے بعد شگاف میں سے باہر نکل رہی تھی ؟ کیا عنبر یہاں سے فرار ہو سکا ؟ ماریا کے ساتھ کیا گزری اور ناگ تھیوسانگ کی ماریا سے کن حالات میں ملاقات ہوئی ؟ یہ سب کچھ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۱۲۴ "انسانی مینڈک" میں پڑھیں گے ۔

عنبر ناگ ماریا کیٹی
خلا میں

نمبر ۱۲۵ کی ایک جھلک

- شہر ویران سنسان ہو گیا
- لوگ قبروں میں جا کر رہنے لگے
- ایسا کیوں ہوا
- اس کا جواب غیبی لاش سلور جوبلی نمبر میں پڑھیے

سسپنس، آسیب اور رونگٹے کھڑے کر دینے والے سنسنی خیز واقعات، عنبر، ناگ، ماریا، کیٹی اور تھیوسانگ کا ڈراؤنا ایڈونچر

جو ایک یادگار نمبر ہو گا

• صفحات: ۴۰۰ سے زائد • قیمت: ۲۴/ روپے

۲۵ اگست ۱۹۸۶ء کو اپنے قریبی بک سٹال سے خرید لیں

مکتبہ اقرا ... مارکیٹ لاہور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK